آدابِ معاشرت

تالیف

گروہِ نگارش

نام کتاب	:	آداب معاشرت
کمپوزنگ	:	مجاہد حسین حر۔ قائم گرافکس۔ 0345 2401126
مصحح	:	اکبر ابن حسن
ناشر	:	اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ کراچی
تعداد	:	۵۰۰
طبع	:	اول
قیمت	:	-/۵۰

ملنے کا پتہ

رحمت اللہ بک ایجنسی

کاغذی بازار بالمقابل بڑا امام بارگاہ میٹھادر کراچی ۷۴۰۰۰

فون نمبر: 2431577،2440803

بسمہ تعالیٰ

پیش لفظ

اسلامی علوم و معارف سے آشنائی کے سلسلے میں موجودہ نسل خصوصاً جوانوں کی بڑھتی ہوئی دلچسپی نیز تعلیم و تربیت کے فروغ کی غرض سے ایسی درسی کتابوں کی ترتیب و اشاعت کی ضرورت تھی جو کہ سلیس اور عام فہم زبان کے ساتھ ساتھ حقیقی اسلامی معارف پر مبنی مطالب اپنے دامن میں رکھتی ہوں، اسی ضرورت کے پیش نظر درج ذیل موضوعات پر متوسط سطحوں کے افراد کے لیے مذکورہ خصوصیات کی حامل معیاری کتابیں تیار کی گئی ہیں:

۱۔ تعلیم القرآن

۲۔ احکام

۳۔ اخلاق

۴۔ عقائد

۵۔ سیرت و تاریخ اسلام

امید ہے کہ یہ کتابیں اگرچہ اجمالی طور پر سہی موجودہ ضرورت کو پورا کرنے کے سلسلے میں مثبت کردار ادا کریں گی۔

ناشر

فہرست عناوین

پہلا سبق

حُسنِ خُلق

آموز ارشادات بیان فرمائے ہیں، اسی طرح دوست اور دشمن کے سامنے نیک اخلاق اور اعلیٰ رتبہ کے عملی نمونے بھی پیش کئے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

1۔ انس (پیغمبر اکرم ﷺ کا خادم) سے مروی ہے کہ: ''میں نے رسالت مآب ﷺ کی نو سال تک خدمت کی، لیکن اس طویل عرصے میں حضورؐ نے مجھے ایک بار بھی یہ نہیں فرمایا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' میرے کسی کام میں کبھی نقص نہیں نکالا، میں نے اس مدت میں آنحضرت ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر اور کوئی خوشبو نہیں سونگھی، ایک دن ایک بادیہ نشین (دیہاتی) آیا اور آنحضرت ﷺ کی عبا کو اتنی زور سے کھینچا کہ عبا کے نشان آپؐ کی گردن پر ظاہر ہو گئے، اُس کا اصرار تھا کہ حضورِ اکرمؐ اُسے کوئی چیز عطا فرمائیں، رسالتمآب ﷺ نے بڑی نرمی اور مہربانی سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

''اِسے کوئی چیز دے دو''۔

چنانچہ خداوندِ عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۔ (سورۂ قلم آیت ۴)

''بے شک آپ اخلاق کے عظیم درجہ پر فائز ہیں''۔

(منتہی الآمال، ج ۱ص ۳۱)

2۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قریبی افراد میں سے ایک شخص آپؑ کے پاس آیا اور برا بھلا کہنے لگا، لیکن آپؑ خاموش رہے، جب وہ شخص چلا گیا تو امامؑ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ لوگوں نے سن لیا کہ اس شخص نے کیا کہا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور مُیرا جواب بھی سن لیں''۔

امام راستے میں اس آیت کی تلاوت فرماتے جارہے تھے:

وَ الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۳۴)

''جو لوگ غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے''۔

ساتھیوں نے سمجھ لیا کہ امامؑ آیتِ عفو کی تلاوت فرمارہے ہیں لہٰذا اُسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ جب اُس کے گھر پہنچے تو امامؑ نے اُس کے خادم سے فرمایا: ''اپنے مالک سے کہہ دو کہ علی بن الحسین (زین العابدین علیہ السلام) تمہیں بلا رہے ہیں''۔ جب اُس شخص نے سنا کہ امامؑ فوراً ہی اُس کے پاس آئے ہیں، اُس نے دل میں کہا کہ یقیناً حضرت مجھے میرے کئے کی سزا دیں گے اور اُس کا انتقام لیں گے۔ چنانچہ اُس نے خود کو مقابلے کے لئے تیار کر لیا۔ لیکن جب باہر آیا تو امامؑ نے فرمایا:

''میرے پیارے! تم نے ابھی کچھ دیر پہلے میرے متعلق کچھ باتیں کہی تھیں؟ اگر یہ باتیں میرے اندر ہیں تو خدا مجھے معاف کرے، اور اگر میں ان سے بری ہوں تو خدا تمہیں معاف کرے''۔

اُس شخص نے جب یہ سنا تو بہت شرمندہ ہوا۔ امامؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور معافی مانگنے لگا اور عرض کی:

''میں نے جو کچھ کہا غلط کہا۔ بے شک آپؑ ایسی باتوں سے پاک ہیں۔ ہاں! میرے اندر یہ باتیں موجود ہیں''۔ (منتہی الآمال، ج ۳، ص ۵، مطبوعہ انتشارات جاویدان)

۴۔ نیک خلقی کے آثار و فوائد

الف۔ دنیوی فوائد:

1۔..........دوستانہ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حُسْنُ الْخُلُقِ یُثْبِتُ الْمَوَدَّةَ .

''اخلاق حسنہ، دوستی اور محبت کو مستحکم کرتے ہیں''۔ (تحف العقول، ص ۳۸)

2۔..........اِس سے زمینیں آباد اور عمریں طولانی ہوتی ہیں۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نیکی اور اچھے اخلاق سے زمینیں آباد اور عمریں طولانی ہوتی ہیں''۔

(اصول کافی، ج ۳، ص ۱۵۷)

3۔..........رزق و روزی میں برکت ہوتی ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حُسْنُ الْخُلُقِ مِنَ الدِّیْنِ وَ هُوَ یَزِیْدُ فِی الرِّزْقِ .

''حسن خلق دین کا جز اور روزی میں اضافہ کا سبب ہے''۔

(تحف العقول، ص ۳۴۱)

4۔..........عزت اور بزرگی کا موجب بنتا ہے۔

جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

[illegible] رفعہ حُسْنُ خُلْقِهِ .

''کتنے پست لوگ ایسے ہیں جنہیں اُن کے نیک اخلاق نے بلند کر دیا ہے''۔

(شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۹۴)

5۔......کینہ پروری اور کدورتوں کو دور کرتا ہے۔

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''خندہ پیشانی اور کشادہ روئی کینوں کو دور کر دیتی ہے''۔

(تحف العقول، ص ۳۸)

ب۔ اخروی فوائد:

1۔......حسن خلق کے سبب قیامت کے دن حساب میں آسانی ہوگی۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''صلہ رحمی کرو کہ یہ تمہاری عمر کو بڑھائے گا، اپنے اخلاق کو نیک بناؤ کہ خدا تمہارا حساب آسان کرے گا''۔

(بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۳۸۳)

2۔......بہشت میں جانے کا موجب بنتا ہے۔

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''میری اُمت، بیشتر تقویٰ اور نیک اخلاق کی وجہ سے بہشت میں جائے گی''۔ (مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۸۲)

3۔......بلند درجات کا سبب قرار پاتا ہے۔

چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اس میں شک ہی نہیں کہ نیک اخلاق کی وجہ سے بندہ آخرت

کے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب تک جا پہنچتا ہے، نیک اخلاق عبادات (کے ثواب) کو دوگنا کر دیتے ہیں۔

(اُصول کافی، ج ۳، ص ۱۵۷)

۵۔ بدخلقی:

بدخلقی، حسن خلق کی ضد ہے، جس قدر حسن خلق لائق تحسین اور قابل ستائش ہے، بدخلقی اسی قدر قابل مذمت اور منفور ہے۔

اسلام نے جہاں اخلاقِ حسنہ کی بے حد تعریف کی ہے وہاں بدخلقی کو منفور قرار دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِيْ مُسْلِمٍ ، اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلُقِ .

"کسی مسلمان میں بخل اور بداخلاقی جمع نہیں ہو سکتی"۔

(میزان الحکمت، ج ۳_ص ۱۵۳)

حضرت علی علیہ السلام اس بری خصلت کو ذلت اور پستی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

مِنَ اللّوِمِ سُوْءُ الْخُلُقِ .

"بداخلاقی ایک لعنت و پستی ہے"۔

(شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۹۵)

دوسری جگہ اسے جہالت اور نادانی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلْخُلُقُ الْمَذْمُوْمُ مِنْ ثِمَارِ الْجَهْلِ .

"بدخلقی جہالت کا ثمرہ ہے"۔

۶۔ بداخلاقی کا انجام:

بداخلاقی کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ نمونے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

1۔ ....انسان کو خدا کے قرب سے دور کر دیتی ہے۔

جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عبوس الوجه وسوء البشر مكسبة للمقت وبعد من الله .

"ترش روئی اور بدخلقی کا خدا کی ناراضگی اور اُس سے دوری کے اسباب میں شمار ہوتا ہے"۔ (تحف العقول، ص ۲۱۷)

2۔ ....بداخلاقی انسان کی روح کو دکھ پہنچاتی ہے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

من ساء خلقه عذب نفسه .

"جو شخص بداخلاق ہوتا ہے وہ خود ہی کو عذاب میں مبتلا رکھتا ہے"۔ (بحار الانوار، ج ۷_ص ۲۴۶)

3۔ ....نیک اعمال کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

الخلق اليسئ يفسد العمل كما يفسد الخل العسل .

"بداخلاقی، انسان کے اعمال کو ایسے ہی تباہ کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے"۔ (میزان الحکمت، ج ۳، ص ۱۵۲)

4۔..........توبہ کے قبول ہونے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''خداوند عالم بداخلاق شخص کی توبہ کو قبول نہیں کرتا''۔

لوگوں نے پوچھا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایسا کیوں ہے؟''

آپؐ نے فرمایا:

''اس لئے کہ جب انسان کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے، تو پھر اس سے بڑے گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے''۔

(بحارالانوار، ج ۷۳، ص ۲۹۹)

5۔..........رزق کو کم کر دیتی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَن سآء خلقه ضاق رزقه .

''بداخلاقی روزی کو کم کر دیتی ہے''۔

(میزان الحکمت، ج ۳، ص ۱۵۵)

6۔..........انسان کو جہنمی بنا دیتی ہے۔

جیسا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ فلاں شخص دن کو روزہ رکھتا ہے، اور رات کو عبادت میں گزادیتا ہے، لیکن بداخلاق ہے، اور ہمسایوں کو ستاتا ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اُس شخص میں کوئی اچھائی نہیں، وہ جہنمی ہے''۔

(میزان الحکمت، ج ۳، ص ۱۵۴)

دوسرا اور تیسرا سبق

نظم وضبط

	مضمون	صفحہ نمبر

نظم وضبط

خدانے ہرایک چیزکونظم کی بنیاد پرخلق فرمایا ہے،اس بھری کائنات میں ہ
چیز کا اپنا ایک مقام ہے اوراُس کی ایک مخصوص ذمہ داری ہے۔

جہاں چوں خدو خال و چشم و ابروست
کہ ہر چیزی بہ جای خویش نیکو ست

یعنی یہ کائنات خدوخال اورچشم وابروکی مانند ہے،جس کی ہرایک چیزاپنی
نہایت ہی مناسب اورموزوں ہے۔

ا۔ اسلام میں نظم وضبط کی اہمیت:

خدائے عالم وقادر نے اپنی پوری کائنات میں اس محیّر العقول نظم کو جاری و
فرمایاہے اوروہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بنی نوع انسان بھی اپنی نجی اوراجتماعی زندگ
نظم وضبط پیدا کریں۔جواُس نے آسمانی مذاہب کے ذریعے خصوصاً دین اسلام کے ذ
بیان فرمائی ہے،اوراس کی پابندی کاحکم دیا ہے۔

ہم یہاں نظم وضبط سے متعلق کچھ اسلامی احکام بیان کرتے ہیں،اُمید
قارئین احکامِ الٰہی کوپیش نظر رکھ کراپنی زندگی کوپوری طرح سنوارنے کی کوشش کریں

۱۔ نجی زندگی میں اس کی اہمیت:

نجی اورفردی زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت کسی مسلمان کی فردی زندگی میں نظم و
ضبط کا تعلق بہت وصفائی،لباس کی وضع وقطع،سراورچہروں کی اصلاح،بالوں کوسنوارنااور
دیکھ بھال وغیرہ کرنے سے ہوتا ہے۔

اختصار کے ساتھ ہم اِن امور سے متعلق گفتگو کریں گے۔

الف۔ صفائی:

لباس،بدن اورزندگی کے دوسرے امورکی پاکیزگی اورصفائی کے بارے میں
اسلام نے بہت زوردیا ہے،چنانچہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:

”خداوند عالم پاک وپاکیزہ ہے اوروہ پاکیزگی،طہارت اور
صفائی کودوست رکھتا ہے“۔(میزان الحکمت،ج۱۰،ص۹۲)

دوسری جگہ فرمایا:

”جہاں تک ہوسکے اورجیسے بھی بن پڑے،پاک وپاکیزہ رہو،
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیادصفائی پررکھی ہے،اوربہشت میں
سوائے صاف ستھرے شخص کے کوئی اورنہیں جاسکے گا“۔
(میزان الحکمت،ج۱۰،ص۹۲)

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

”پاکیزگی کاشمارانبیاء کے اخلاق میں ہوتا ہے“۔
(بحارالانوار،ج۷۸،ص۳۳۵)

ب۔ ستھرائی:

سر، بدن، لباس اور جوتوں وغیرہ کو آراستہ اور صاف رکھنا، اسلام کا ایک اخلاقی دستور ہے۔ اِس کا تعلق ایک پکے اور سچے مومن و مسلمان کی نجی زندگی کے نظم وضبط سے ہے۔

اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک مسلمان کو اپنی وضع وقطع اور پاکیزگی کا خیال رکھنے کے علاوہ اپنے لباس اور جسمانی وضع وقطع کو بھی سنوارنا چاہیے، سر اور بالوں میں کنگھی کرے، اپنے سر اور چہرے کے بالوں کو حد سے زیادہ نہ بڑھائے، ناخن کاٹنے چاہئیں، دانتوں کی صفائی کرنی چاہیے اور وقار اور ادب سے چلنا چاہیے۔

ایک دن حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ایک پریشان بالوں والے شخص کو دیکھا تو فرمایا:

"تمہیں کوئی چیز نہیں ملی تھی کہ بالوں کو سنوار لیتے؟"

(میزان الحکمۃ، ج ۱۰، ص ۹۲)

عباد بن کثیر نے، جو ایک ریاکار زاہد تھا، اور کھردرا لباس پہنا کرتا تھا، ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ:

"آپ کے جدِ امجد حضرت رسولِ خدا ﷺ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی تو کھردرا لباس پہنا کرتے تھے"۔

تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"وائے ہو تم پر! کیا تم نے قرآنِ مجید کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (سورۂ اعراف۔ آیت ۳۲)

"اے پیغمبر اُن لوگوں سے پوچھئے کہ خدا کی زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لئے قرار دی ہے جبکہ رزق اور نعمتوں کو اُس کے بندوں کے لئے کس نے حرام کیا ہے؟"

وہ شخص اپنے اس بے موقع اعتراض پر نادم ہوا اور سر جھکا کر چلا گیا۔

(فروع کافی، ج ۶، ص ۴۴۴)

آیت "خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" (ہر سجدہ کرنے کے وقت زینت کر لیا کرو) کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اِن زینتوں میں سے ایک زینت، نماز کے وقت بالوں میں کنگھی کرنا ہے"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام دانتوں کی صفائی کے بارے میں فرماتے ہیں:

من اخلاق الانبیاء السواك . (فروع کافی، ج ۶، ص ۴۸۹)

"مسواک کرنا اخلاقِ انبیاء میں شامل ہے"۔

حضرت علی علیہ السلام نے مناسب جوتا پہننے کے بارے میں فرمایا:

"اچھا جوتا پہننا، بدن کی حفاظت اور طہارت و نماز کے لئے مددگار ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔ (فروع کافی، ج ۶، ص ۴۶۲)

رسولِ خدا ﷺ جب بھی گھر سے مسجد یا مسلمانوں کے اجتماع میں تشریف لے جانا چاہتے تھے تو آئینہ دیکھتے، ریش اور بالوں کو سنوارتے، لباس کو ٹھیک کرتے اور عطر لگایا

کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ:

''خداوند عالم اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ جب اس کا کوئی بندہ اپنے دینی بھائیوں کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر نکلے تو خود کو بنا سنوار کر باہر نکلے''۔ (مکارم الاخلاق، ص ۳۵)

لہٰذا اگر اس حساب سے دیکھا جائے تو پریشان حالت، آشفتگی، آلودگی اور بد نظمی دین اسلام کی مقدس نگاہوں میں نہایت ہی قابل مذمت اور موجب نفرت ہے۔ رسولِ خدا کے ایک پیروکار مسلمان سے یہی توقع رکھی جانی چاہیے کہ وہ ہمیشہ سنور کر رہے گا خود کو معطر اور پاک و پاکیزہ رکھے گا۔

۳۔ اجتماعی زندگی میں اس کی اہمیت:

اجتماعی امور اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کے لئے انسان کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ وہ ایک مقرر و مرتب پروگرام کے تحت وقت سے صحیح فائدہ اُٹھائے، چاہے اِس پروگرام کا تعلق اُس کے کاموں سے ہو، جیسے مطالعہ کرنے، کسی جگہ آنے جانے یا کسی سے ملاقات کیلئے جانے، جبکہ بدنظمی اور بے ترتیبی سے وقت ضائع ہوتا ہے، اور ترتیب و نظم وضبط سے انسانی کوششوں کا اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔

ہاں! امور زندگی اور کاروبار میں نظم وضبط کی اس قدر اہمیت ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں، جو بستر شہادت پر ارشاد فرمائی، اُس پر زور دیا اور حسنینؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أُوصِيكُمَا وَجَمِيعَ اَهْلِيْ وَ وَلَدِيْ وَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِيْ

بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ نَظْمِ اَمْرِكُمْ ۔

''میں تم دونوں کو اور تمام افرادِ خاندان کو اور اپنی تمام اولاد کو اور اُن لوگوں تک میری تحریر پہنچے، سب کو خدا کے تقویٰ اور امور میں نظم و ضبط کی وصیت کرتا ہوں''۔ (نہج البلاغہ فیض الاسلام، ص ۹۷۷)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے رات دن کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرو۔

1۔ ایک حصہ خدا کی عبادت اور اُس کے ساتھ مناجات کرنے کے لئے۔

2۔ ایک حصہ ذاتی کاموں اور ضروریاتِ زندگی کے پورا کرنے کے لئے۔

3۔ ایک حصہ دوست و احباب اور رشتہ داروں کے ساتھ ملنے جلنے اور ملاقات کے لئے۔

4۔ اور ایک حصہ آرام و تفریح اور گھر میں اہلِ خانہ کے ساتھ رہنے کے لئے۔ (تحف العقول، ص ۴۸۱)

۴۔ عہد و پیمان میں اِس کی اہمیت:

ان ہی امور میں سے کہ جن میں سختی کے ساتھ نظم وضبط کی رعایت کرنا چاہیے، عہد و پیمان اور اقرار ناموں کی پابندی ہے۔ مثلاً قرض دینے، قرض لینے اور دوسرے لین دین میں تحریری سند کا ہونا ضروری ہے، تاکہ بعد میں کسی قسم کی کوئی مشکل پیدا نہ ہونے پائے اور

انکار کا راستہ بند اور اختلاف کی راہیں مسدود ہو جائیں، یہ عہد و پیمان لین دین کے بار[ے] میں ایک طرح کا نظم و ضبط ہے۔

قرآن کہتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ...... وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۔

''اے ایمان لانے والو! جب تم ایک مقررہ مدت کیلئے قرضہ لیتے یا دیتے ہو تو اُسے لکھ لیا کرو، اور یہ تحریر ایک عادل شخص تمہارے لئے لکھے.............. اور اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو اُسے رہن کی صورت میں لے لیا کرو''۔

(سورۂ بقرہ۔ آیت ۲۸۲، ۲۸۳)

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـــُٔوْلًا ۔

''عہد کو پورا کرو۔ کیونکہ عہد کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا''۔

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۳۴)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کی ایفا کو قیامت کے اوپر عقیدہ رکھنے سے تعبیر فرما[یا] ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

من كان يومن بالله واليوم الأخر فليف اذا وعد.

''جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اُسے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے''۔ (کافی، ج۲ ص۳۶۴)

ایک واضح پیمان مقرر کرنے سے بہت سے اختلافات کا سد باب ہوسکتا ہے اور اس پیمان کے مطابق عمل درآمد لوگوں کی محبت اور اعتماد حاصل کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ آپؑ کے ملازمین میں ایک اجنبی شخص کام کر رہا ہے، جب آپؑ نے اُس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ: ''اُسے اس لئے لے آئے ہیں تا کہ ہمارا ہاتھ بٹا سکے''۔ امامؑ نے پوچھا: ''کیا تم نے اس کی اُجرت بھی طے کی تھی؟'' کہا گیا نہیں۔ امامؑ سخت ناراض ہوئے اور اُن کے اس عمل کو ناپسند فرماتے ہوئے کہا:

''میں نے بارہا کہا ہے کہ جب تم کسی کو مزدوری کے لئے لاؤ تو پہلے اُس سے اجرت طے کرو، ورنہ آخر میں تم اُسے جس قدر بھی مزدوری دو وہ خیال کرے گا کہ اُسے حق سے کم ملا ہے، لیکن اگر طے کرلو اور آخر میں طے شدہ اجرت سے جتنا بھی زیادہ دو، وہ خوش ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ تم نے اُس کے ساتھ محبت کی ہے''۔

(بحار الانوار، ج۴۹ ص۱۰۶)

بات پر قائم رہنا اور وعدہ وفائی انبیاء اور اولیائے خدا کا شیوہ ہے، اُن کے پیروکاروں کو اس سلسلے میں اُن کی اقتدا کرنی چاہیے۔

۵۔ عبادات میں اُس کی اہمیت:

عبادات میں بھی نظم و ضبط کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ یوں کہ ہر عبادت کو بروقت

اور ہر موقع بجالائیں، نماز کو اُس کے اوّل وقت میں اور جماعت کے ساتھ ادا کریں۔ ماہِ رمضان میں روزے رکھیں، اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے کوئی روزہ قضا ہو جائے تو اُس کی قضا کریں، خمس وزکوٰۃ ادا کریں، اور عبادات میں افراط وتفریط سے اجتناب کریں۔

عبادات میں اعتدال کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کیونکہ اعتدال پسندی عبادت میں مفید ہے۔

عبادات اور مستحب امور میں افراط سے کام لینے سے بسا اوقات انسان اُکتا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات وہ اجتماعی سرگرمیوں سے محروم رہتا ہے بلکہ کبھی تو اُس کا یہ عمل بجائے باعث ثواب کے باعث عذاب بن جاتا ہے جیسے دعا، یا نوحہ خوانی یا کوئی اور مستحب عمل رات گئے تک لاؤڈ اسپیکر پر پڑھتا رہے، ظاہر ہے اس سے ہمسایوں یا بیماروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

مستحب عبادات اس وقت مفید اور کارآمد ہوتی ہیں جب وہ رضا ورغبت اور شوق و محبت کے ساتھ انجام دی جائے۔ اس مسلمان کی داستان مشہور ہے جس نے اپنے غیر مسلم ہمسائے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی، جب اُس کا وہ ہمسایہ مسلمان ہو گیا تو وہ اُسے مسجد لے گیا اور وہ صبح سے لے کر مغرب تک مسجد ہی میں نماز و دعائیں پڑھتا رہا، قرآن کی تلاوت کرتا رہا۔ غرض اُسے صبح سے شام تک اِن امور میں مصروف رکھا۔

چنانچہ جب وہ دوسرے دن اُس کے پاس گیا کہ اُسے عبادت کے لئے اپنے ہمراہ مسجد لے چلے تو اُس نے ساتھ چلنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا:

”میرے یہاں بیوی بچے بھی ہیں، اُن کے اخراجات کے لئے بھی کچھ کرنا ہے، مجھے ایسا دین قبول نہیں، جاؤ اپنی راہ لو“۔

۔ اخراجات میں اُس کی اہمیت:

روٹی، کپڑے اور زندگی کے دوسرے اخراجات، جو کہ بیت المال یا دیگر اموال [illegible] ہوتے ہیں، اُن میں اعتدال سے کام لینا چاہیے نہ افراط سے کام لیا جائے اور [illegible] ات میں پڑنا چاہیے۔

اخراجات میں نظم وضبط کا مطلب یہ ہے کہ آمد وخرچ میں ماشہ، چھدام کا حساب [illegible] پیداوار اور اخراجات میں توازن رکھا جائے، اخراجات میں اسراف اور فضول [illegible] بدنظمی ہے اور اس سے انسان مفلس اور نادار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فضول خرچی اور [illegible] خرچ کرنے کی مذمت کرتا ہے اور فضول خرچ انسان کو شیطان کا بھائی قرار دیتا [illegible] (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۷)

فردی اور نجی زندگی میں بھی اخراجات میں تعادل رکھنا چاہیے۔ اسی طرح حکومت [illegible] مسلمانوں کے بیت میں بھی میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔ معاشرے میں وہی حکومت کامیاب ہوتی ہے جس کے مالی منصوبے نظم وضبط پر مبنی ہوتے ہیں۔

اخراجات میں اعتدال، یعنی بجلی، پانی، میوے، لباس اور کھانے پینے کی چیزوں کو بے مقصد خرچ کرنے سے اجتناب کرنا انسان کو بے نیاز اور معاشرہ کو خود کفیل بنا دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بیت المال سے خرچ کرنے کے بارے میں اپنے کارکنوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”قلم کی نوک کو باریک اور سطروں کے فاصلے کو کم کرو، اضافی آداب والقاب کو حذف کرو، اپنے مطالب کو خلاصہ کے طور پر تحریر کیا کرو اور فضول خرچی سے دور رہو کہ مسلمانوں کا بیت المال اس قسم کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا“۔ (بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۱۰۵)

۷۔ جنگ اور عسکری امور میں نظم وضبط کی اہمیت:

خاص طور پر جنگ، جنگی آپریشن، میدان وغا اور عسکری امور میں نظم وضبط کو ملحوظ رکھنا خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

واضح رہے جنگ میں مجاہدین کی کامیابی کا دارومدار اپنے کمانڈروں کی حکمت عملی اور جنگی تدابیر پر پختہ یقین اور راسخ عقیدہ کے بعد اُن کی اطاعت اور عسکری امور کے نظم وضبط پر ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ .

''یقیناً خداوند عالم اِن لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں یوں منظم طریقے سے صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے''۔ (سورۂ صف۔ آیت ۴)

جنگ کے دوران، حملہ کے وقت، پیچھے ہٹنے کے موقع پر اور آرام واستراحت کے وقت نظم وضبط کا مظاہرہ فتح اور کامیابی کی علامت ہے، جب کہ گڑبڑ اور سرکشی اور بدنظمی بعض اوقات جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں تبدیل کر دیتی ہے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ حملہ کا حکم دینے سے پہلے تمام فوجیوں کی صفیں درست کرتے تھے۔ ہر شخص کا فریضہ مقرر فرماتے تھے اور نافرمانی پر تنبیہ اور سرزنش فرماتے تھے۔

(تاریخ پیامبر اسلام مؤلف ڈاکٹر آیتی، ص ۲۴۹)

جنگ میں کمانڈر کی اطاعت اور عسکری قوانین کی پابندی زبردست اہمیت او

اں ذمہ داری کی حامل ہوتی ہے۔ کمانڈر کے احکام کا احترام، اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے رہنا، خودرائی اور جذباتی طرز فکر سے اجتناب کامیابی کا ضامن ہوتا ہے۔

تاریخ میں بہت سے ایسے نمونے بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنظمی، بے ضابطگی اور قوانین کی خلاف ورزی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگیں شکست میں تبدیل ہوئیں اور دشمن کے غالب آجانے کا سبب بن گئیں۔

چنانچہ جنگ احد میں نبی ﷺ نے کچھ لوگوں کو عبداللہ ابن جبیر کی سرکردگی میں ایک درّے پر متعین فرمایا۔ جنگ کے شروع ہوجانے کے بعد سپاہ اسلام کی سرفروشانہ جنگ سے دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور لشکر اسلام آخری کامیابی کی حدود تک پہنچ گیا، دشمنانِ اسلام شکست کھا کر بھاگنے لگے، درّے پر متعین افراد نے کامیابی کی صورت دیکھ کر رسولِ خداؐ کے فرمان کو فراموش کر دیا اور اپنے مورچوں کو چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے لگے، یہ بدنظمی اور رسولِ خداؐ کے عسکری فرمان کی خلاف ورزی کی وجہ سے دشمن کے شکست خوردہ لشکر نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اُٹھایا اور پہاڑ کے حساس درّے کو خالی پا کر سپاہ اسلام پر حملہ آور ہوگیا، اور اس بدنظمی اور کمانڈر کے حکم کی خلاف ورزی کے سبب مسلمانوں کو زبردست شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور سنگین جانی نقصان اُٹھانا پڑا۔ (مزید تفصیل کے لئے کتاب فروغ ابدیت، ج ۲ ص ۴۶۶، کا مطالعہ کیا جائے)

۸۔ محاذِ جنگ پر عسکری نظم وضبط کی پابندی نہایت ضروری ہے:

اسی لئے محاذِ جنگ پر کسی ڈیوٹی پر متعین ہونے، کسی یونٹ میں منتقل ہونے، چھٹی پر جانے، کسی پروگرام میں فعالانہ شرکت غرض تمام امور میں ذمہ دار افسران کے احکام وآرا کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔

خداوند عالم قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا کَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ

''مومن وہ لوگ ہیں جو خدا اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور جب کسی اہم اور جامع کام (جنگ) میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ ہوتے ہیں تو اُن کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے، اجازت حاصل کرنے والے ہی صحیح معنوں میں خدا اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لا چکے ہیں، پس جب بھی وہ اپنے بعض کاموں کے لئے آپؐ سے اجازت طلب کریں، تو آپؐ جسے چاہیں اجازت عطا فرمائیں''۔

(سورۂ نور۔ آیت ۶۲)

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ چھٹی پر جانا بھی پیغمبرؐ کی اجازت پر موقوف ہے۔

ہماری دعا ہے کہ راہِ خدا میں مسلسل جدوجہد کرنے والے اور ''فی سبیل اللہ'' جہاد کرنے والے ایک محکم و مضبوط صف میں اور مستحکم نظم وضبط کے تحت متحد و متفق ہو کر دشمنانِ حق اور پیروان شیطان پر غالب آجائیں۔ ''آمین''۔

☆☆☆☆☆

چوتھا سبق

سچ اور جھوٹ

سچ اور جھوٹ

سچ ایک نہایت بہترین اور قابل تعریف صفت ہے کہ جس سے مومن کو آراستہ ہونا چاہیے، راست گوئی، راست گفتاری، انسان کی عظیم شخصیت کی علامت ہے جب کہ جھوٹ بولنا اُس کے پست، ذلیل اور حقیر ہونے کی نشانی ہے۔

۱۔ انسان کے اچھے یا برے ہونے کی پہچان:

احادیث میں ''سچ'' اور ''جھوٹ'' کو کسی انسان کے پہچاننے کا معیار قرار دیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کسی انسان کے اچھے یا برے ہونے کی پہچان اس کے رکوع اور سجود کو طول دینے سے نہیں ہوتی اور نہ ہی تم اُس کے رکوع اور سجود کے طولانی ہونے کو دیکھو کیونکہ ممکن ہے کہ ایسا کرنا اُس کی عادت بن چکا ہو کہ جس کے چھوڑنے سے اُسے وحشت ہوتی ہے بلکہ تم اُس کے سچ بولنے اور امانتوں کے ادا کرنے کو دیکھو''۔

(سفینۃ البحار۔ ج۲، ص۱۸)

سچے انسان کا ظاہر پرسکون اور باطن مطمئن ہوتا ہے، جب کہ جھوٹا آدمی ہمیشہ پریشان اور ظاہری و باطنی اضطراب و تشویش میں مبتلا رہتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کوئی شخص بھی اپنے دل میں کوئی راز نہیں چھپاتا، مگر اُس کے چہرے کے رنگ سے اور بے ربط باتوں کے ذریعے اُس کی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے''۔ (نہج البلاغہ حکمت ۲۵)

ایک شخص بہت سامان لے کر چند ساتھیوں کے ساتھ سفر پر گیا ہوا تھا، اُس کے ساتھیوں نے اُسے قتل کر کے اُس کے مال پر قبضہ کر لیا، جب وہ واپس آئے تو کہنے لگے کہ وہ سفر میں فوت ہو گیا، اُنہوں نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کوئی اُن سے اس کی موت کا سبب پوچھے تو سب یہی کہیں گے کہ وہ بیمار ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے فوت ہو گیا۔

اس شخص کے ورثا نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے تفتیش کے دوران دریافت فرمایا کہ تمہارے ساتھی کی موت کس دن اور کس وقت ہوئی؟ اُسے کس نے غسل دیا؟ کس نے کفن دیا؟ کس نے نمازِ جنازہ پڑھائی؟ ہر ایک سے الگ اور جدا گانہ سوالات کیے، اور ہر ایک نے ایک دوسرے کے برعکس جواب دیا، امام علیہ السلام نے تکبیر بلند کی اور تفتیش کو مکمل کر لیا، اس طرح سے اُن کے جھوٹ کا پردہ فاش ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اُس کے ساتھیوں ہی نے اُسے قتل کیا اور اُس کے مال پر قبضہ کر لیا تھا''۔ (قضاوتہای حضرت علی علیہ السلام)

۲۔ سچ انبیاء علیہم السلام کے مقاصد میں سے ایک ہے:

لوگوں کو سچ اور امانت کے راستوں پر چلانا اور جھوٹ اور خیانت سے باز رکھنا انبیاء الٰہی کے بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد رہا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا بِصِدْقِ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ . (سفینۃ البحار، ج۲،ص ۱۸)

"خداوند عالم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر دو نیک، پسندیدہ اخلاق کے ساتھ۔ ایک تو سچ بولنا اور دوسرے امانتوں کی ادائیگی کرنا"۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَا يَجِدُ عَبْدٌ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ حَتّٰى يَدَعَ الْكِذْبَ جِدَّهُ وَ حَتْرَكَهُ .

"کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو اُس وقت تک نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے آیا سچ کا جھوٹ ہو اور یا سچا جھوٹ ہو یا راق کا جھوٹ ہو"۔ (سفینۃ البحار، ج۲،ص ۴۷۳)

۳۔ جھوٹ کے بُرے اثرات:

1۔ جھوٹ، انسان کی شرافت اور اُس کی شخصیت کے منافی ہے۔ انسان کو ذلیل کر دیتا ہے۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَلْكِذْبُ وَالْخِيَانَةُ لَيْسَا مِنْ أَخْلَاقِ الْكِرَامِ .

"جھوٹ اور خیانت شریف لوگوں کا شیوہ نہیں ہے"۔

(شرح غرر الحکم، ج۷، ص ۳۴۳)

جھوٹ، ایمان کو برباد کر دیتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنّ الکذبَ هو خراب الایمان .

"جھوٹ ایمان کی تباہی کا موجب ہے"۔

(اُصول کافی (اردو) ج۲،ص ۳۳۹)

جھوٹ دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے۔ جب کہ سچائی بہت سے گناہوں میں رکاوٹ بنتی ہے۔

جھوٹ بولنے والا کسی گناہ کے ارتکاب سے نہیں ہچکتا اور ہر قسم کی قید و بند کو توڑ ڈالتا ہے اور جھوٹ اِن تمام گناہوں کا انکار کر دیتا ہے جو وہ کر چکا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خداوند عالم نے تمام برائیوں کو ایک جگہ قرار دیا ہے اور اُس کی چابی شراب ہے، لیکن جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے"۔

(سفینۃ البحار، ج۲، ص ۴۷۳)

۱۔ جھوٹ کفر سے قریب ہے اور جہنم کی طرف لے جاتا ہے

ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا:

"جہنمی کون سے جرم کی وجہ سے زیادہ جہنم میں جائیں گے؟"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جھوٹ کی وجہ سے، کیونکہ جھوٹ انسان کو فسق و فجور اور ہتک

حرمت کی طرف لے جاتا ہے، فسق و فجور، کفر کی طرف اور کفر جہنم کی طرف لے جاتا ہے''۔ (مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۱۰۱)

5۔ جھوٹ بولنے والے پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔

جھوٹ بولنے سے انسان کی شخصیت کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، اور دروغ گوئی اُس کے بے آبرو ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ جھوٹے چرواہے کی داستان آپ نے کتابوں میں پڑھی ہوگی کہ جس نے جھوٹ بولا کہ ''شیر آیا، شیر آیا'' چلا کر اپنا اعتماد کھو دیا تھا، چنانچہ ایک دن وہ واقعی شیر کا شکار ہو گیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص جھوٹا مشہور ہو جائے، لوگوں کا اعتماد اُس سے اُٹھ جاتا ہے''۔ (شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۲۴۵)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو جس قدر زیادہ جھوٹا ہوگا، اُسی قدر زیادہ ناقابل اعتماد ہوگا''۔ (اصول کافی (اردو) ج ۴، ص ۳۸)

6۔ جھوٹے کو کوئی بات یاد نہیں رہا کرتی وہ کچھ کا کچھ کہنے لگتا ہے۔

''دروغ گورا حافظہ نباشد'' والی ضرب المثل صحیح ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ حقیقت کے برخلاف بات کرتا ہے، متعدد نشستوں میں مختلف قسم کے جھوٹ بولتا ہے، یہ جھوٹ، دوسرے جھوٹ کے برعکس ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''نسیان اور بھول چوک ایک ایسی چیز ہے جو خدا جھوٹوں کے دل میں ڈال دیتا ہے''۔ (اُصول کافی، ج ۴، ص ۳۸)

۴۔ جھوٹ کیوں بولا جاتا ہے؟:

ہر ایک گناہ اور برا کام اِن اسباب و علل کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے جو کہ انسان کے اندر ہی اندر پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ لہٰذا گناہوں کا مقابلہ کرکے اِن اسباب و علل کا خاتمہ کر دینا چاہیے، جھوٹ ایسی بری عادت کے کئی اسباب بتائے گئے ہیں جنہیں ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔

1 احساس کمتری:

بعض لوگ چونکہ اپنے اندر اپنی اہمیت یا کوئی خاص ہنر نہیں پاتے، لہٰذا کچھ جھوٹی اور بے سروپا باتوں کو جوڑ کر لوگوں کے سامنے اپنی اس کمی کی تلافی کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو معاشرے کی ایک اعلیٰ شخصیت ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''جھوٹا شخص، احساس کمتری کی وجہ سے ہی جھوٹ بولتا ہے''۔

2 سزا اور جرمانہ سے بچنے کے لئے:

کچھ لوگ سزا کے خوف سے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور اس طرح وہ یا تو سرے ہی سے جرم کا انکار کر دیتے ہیں یا پھر اپنے جرم کی غلط توجیہ اور تاویل کرتے ہیں، اور اپنے جرم کا اقرار کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہوتے اور جرم کی سزا بھگتنے یا جرمانہ ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

3 منافقت اور دوغلی پالیسی:

منافق اور دوغلے لوگ، جھوٹ کے پردے میں خوشامدانہ اور چاپلوسانہ رویہ اپنا کر ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جس سے وہ معاشرے کے افراد کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے اپنے ناپاک عزائم کو پورا کر لیتے ہیں۔

خداوند عالم نے سورۂ بقرہ کے اوائل میں اس طریقۂ کار کو منافقین کی صفت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ.

"جب منافقین، مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایماندار ہیں اور جب اپنے شیطان صفت لوگوں سے تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو (مومنین کے ساتھ) ٹھٹھا مذاق کرتے ہیں"۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۴)

4 ایمان کا فقدان:

قرآن مجید اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دروغ گوئی کی ایک بنیادی وجہ ایمان کا کلی طور پر فقدان یا ایمان کی کمزوری ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ. (سورۂ نحل۔ آیت ۱۰۵)

"جھوٹ تو صرف وہی لوگ گھڑتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے، اور یہی لوگ ہی جھوٹے ہیں"۔

... فرماتے ہیں:

كثرة الكذب تفسد الدين. (شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۳۴۴)

"جھوٹ کی کثرت دین و ایمان کو برباد کر دیتی ہے"۔

۵۔ جھوٹ کا علاج:

اجمالی طور پر جھوٹ کے اسباب کو بیان کر دیا گیا ہے، اختصار کے ساتھ اس کا علاج بھی قلم بند کر رہے ہیں:

۱۔ احساس کمتری کو دور کیا جائے۔

۲۔ شجاعت و جوانمردی کی صفت کو تقویت دی جائے تاکہ بے خوف و خطر اور بغیر جھوٹ کا سہارا لئے حقائق اور واقعات کو بے کم و کاست بیان کر کے سزا و جرمانہ کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا جائے۔

۳۔ دوغلی پالیسی اور منافقت کا علاج کیا جائے جو کہ جھوٹ کی اصل وجہ ہے۔

۴۔ اپنے اندر ایمان اور تقویٰ کے درجات کو بلند سے بلند تر کیا جائے، کیونکہ ایمان اور تقویٰ کا درجہ جس قدر بلند تر ہوگا، جھوٹ اور بری عادتوں سے اسی قدر جان چھوٹ جائے گی۔

۵۔ قرآنِ مجید کی ان آیات اور احادیث معصومینؑ کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا جائے اور ان میں خوب غور و خوض کیا جائے جو جھوٹ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں، اور اُسے ہلاکت اور بدبختی کا موجب قرار دیتی ہیں۔

۶۔ اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ جھوٹے انسان کی قدر و قیمت معاشرے میں گر

جاتی ہے، کوئی شخص اُس کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتا، اور نہ ہی اُس کا احترام کرتا ہے۔

7۔ ایسی آیات اور روایات میں خوب غور وفکر کیا جائے جو صدق وسچائی کی مدح کرتی ہیں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

"غور کرو کہ! حضرت علیؑ کو کن وجوہات کی بنا پر پیغمبر اکرم ﷺ سے اس قدر قرب اور مقام ومنزلت حاصل ہوئی۔ تم بھی وہی کام کرو، یقیناً علیؑ سچائی اور ایمانداری کی بنا پر آنحضرت ﷺ سے اس قدر قریب ہوئے تھے"۔

(جامع السعادات، ج ۲، ص ۳۳۴)

پانچواں اور چھٹا سبق

ناروا گفتگو اور بدکلامی

"سبحان اللہ! تم اپنے غلام کو گالی دے رہے ہو اور اُس کی ماں کو برائی سے یاد کر رہے ہو؟ میں تو سمجھتا تھا کہ تم متقی انسان ہو، اب معلوم ہوا کہ تمہارے اندر تقویٰ نہیں ہے"۔

وہ شخص اپنی اس بدزبانی کی توجیہ کرتے ہوئے عرض کرنے لگا: "فرزندِ رسولؐ اس غلام کی ماں سندھی ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہے"۔

حضرتؑ نے فرمایا:

"اس کی ماں کافر تھی، سو تھی، ہر قوم اور ملت کے اپنے قوانین اور اپنے مذہب کے طریقے ہوتے ہیں جن کے تحت وہ ازدواجی امور انجام دیتے ہیں، اِس لحاظ سے اُن کا یہ عمل زنا نہیں ہوتا اور نہ اُن کی اولاد "ولد الزنا" ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا: "اب تم مجھ سے دور ہو جاؤ"۔ پھر اُس شخص کو کسی نے آپؑ کے ساتھ کبھی نہ دیکھا۔ (اُصول کافی مترجم، ج ۴، ص ۱۵)

۳۔ بدکلامی کا انجام:

اب ہم مختصر طور پر بدزبانی کے برے انجام کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں:

1 .... بدزبانی انسان کو خدا کے نزدیک بے قدر و قیمت بنا دیتی ہے، اُس کے اور خدا کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے،

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِنّ اللہ یبغض الفاحش المتفحش ۔

"خداوند عالم گالی گلوچ بکنے والے کو دشمن رکھتا ہے"۔

(میزان الحکمت ج ۸، ص ۱۵)

بدزبان شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو تین سال تک اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا مانگا کرتا تھا کہ خدا اُسے اولادِ نرینہ سے نوازے، لیکن جب اُس کی دعا قبول نہ ہوئی تو وہ بہت ہی افسردہ خاطر ہوا، آخر کار اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اُسے کہہ رہا ہے کہ: "تم تین سال سے خدا کو بری اور آلودہ زبان سے پکار رہے ہو اور پھر کیا تم اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ خدا تمہاری آرزوؤں کو پورا کرے؟ جاؤ پہلے زبان کو اِن آلودگیوں سے پاک کرو۔ پھر دعا مانگو تا کہ خدا کے نزدیک ہو جاؤ اور وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے"۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اُس شخص نے انسان کی راہنمائی پر عمل کیا اور دعا مانگی۔ خدا نے اُسے فرزند عطا کیا"۔ (اُصول کافی مترجم، ج ۴، ص ۱۶)

...... بدزبان شخص پر جنت حرام ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

"خداوندِ عالم نے بہشت کو ہر اُس بدزبان اور بیہودہ بکنے

والے شخص پر حرام کر دیا ہے جسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کیا بک رہا ہے اور لوگ اُس کے بارے میں کیا کہتے ہیں"۔

(میزان الحکمت، ج ۸، ص ۱۴)

4............ بدزبانی، نفاق کی علامت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"گالی گلوچ، بدزبانی اور بیہودہ گوئی نفاق کی ایک علامت ہے"۔

(اُصول کافی مترجم، ج ۴، ص ۱۷)

5............ بدزبان شخص کا شمار، بدترین لوگوں میں ہوتا ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"خدا کی بدترین مخلوق میں سے ایک بدزبان شخص بھی ہے۔ جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اُس کے ساتھ میل جول کو پسند نہیں کرتے"۔

(اُصول کافی۔ ج ۴، ص ۱۷)

6............ بدزبانی کی وجہ سے انسان کی زندگی سے برکت اُٹھ جاتی اور وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

امام معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

من فحش علی اخیه المسلم نزع الله منه برکة رزقه وکله الی نفسه وافسد علیه معیشته.

(وسائل الشیعہ، ج ۱۱، ص ۳۲۸)

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو گالی دیتا ہے، خداوند تعالیٰ اُس کے رزق و روزی سے برکت اُٹھا لیتا ہے اور اُسے اُس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے اور اُس کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے"۔

معصوم پیشواؤں کا کردار:

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے کردار اور اپنی رفتار کے لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام کو اپنا نمونہ قرار دے، محمد و آلِ محمد علیہم السلام نے اپنی تمام عمر میں نہ صرف کبھی کسی کو گالی نہیں دی بلکہ اپنے بزرگوارانہ طرزِ زندگی سے نازیبا اور نامناسب گفتگو کرنے والوں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا اور انہیں نیک راہ کی ہدایت کی، معصومینؑ کے کردار کی ایک جھلک دکھانے کے لئے بطور نمونہ دو واقعات کو سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: "کسی یہودی کا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرض تھا، اس کی مقررہ مدت جب ختم ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا رُخ کیا، مدینہ کی گلی میں اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی تو اُس نے قرض کا مطالبہ کیا۔ حضورؐ نے فرمایا: "فی الحال میرے پاس رقم نہیں ہے جس سے تمہارا قرضہ ادا کیا جا سکے"۔

یہودی نے کہا:

"جب تک آپؐ میرا قرضہ واپس نہیں کریں گے میں آپؐ کو نہیں چھوڑوں گا"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قسم کی ناراضگی یا غصے کا اظہار کئے بغیر اُس کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے اور نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء وہیں ادا کی، حتیٰ کہ دوسرے دن کی صبح کی نماز بھی وہیں ادا کی۔ اصحاب نے خواہش کی کہ اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا جائے۔ لیکن!

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے خدا نے اِس لئے نہیں بھیجا کہ میں کسی پر ظلم وستم کروں،
خواہ کوئی یہودی ہو یا غیر یہودی"۔

غرض ظہر کی نماز کا وقت قریب آ گیا، کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ انجام کار کیا ہو
کہ اچانک یہودی اپنی جگہ سے اُٹھا اور مؤدبانہ انداز میں حضورؐ کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا

اشھد ان لّا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ و اشھد انّ محمد رّسول اللّٰہ ۔

پھر اُس نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! یہ جو مشکلات میں نے آپؐ کے سا
کھڑی کی تھیں، یہ اس لئے نہیں تھیں کہ میں آپؐ سے ناچیز رقم کو واپس لوں اور نہ ہی آ
کو دکھ و تکلیف دینے کے لئے ایسا کیا تھا۔ بلکہ میں آپؐ کو آزمانا چاہتا تھا کہ آپؐ واقعی
کے رسول ہیں یا نہیں! کیونکہ میں نے توریت میں پڑھا ہے کہ پیغمبر خاتم الانبیاء نہ تو
مزاج اور نہ ہی تندخو، بدزبان اور بیہودہ کلام کرنے والا ہوگا اور وہ ہرگز کسی کو گالی نہیں د
گا"۔ (بحارالانوار، ج۱۶، ص۱۶

2.......... حضرت امام حسن علیہ السلام ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر ایک کوچہ سے گزر رہے
کہ ایک شامی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ وہ شخص معاویہ کے غلط پروپیگنڈہ کی بنا پر دشم
اہلِ بیت بن چکا تھا، اُس نے دیکھتے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا، آپؑ خاموشی کے سا
اُس کی باتیں سنتے رہے، جب وہ ختم کر چکا تو امامؑ نے خندہ پیشانی کے ساتھ مسکرا کر فرما

"معلوم ہوتا ہے کہ تم مسافر ہو اور ہمارے دشمنوں کے دھوکے
میں آکر ایسا کہہ رہے ہو، اگر تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا گیا ہے تو ہم
تمہیں گھر دیتے ہیں، اگر بھوکے ہو تو ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں، اگر

لباس کی ضرورت ہے تو ہم تمہیں لباس دیتے ہیں۔ آؤ! ہمارے ساتھ
چلو تاکہ وہاں پر تمہاری خاطر تواضع کی جائے"۔

امی امام حسن علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہنے لگا: "میں گواہی دیتا ہوں
ول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی جانشین اور خدا کی زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں، اب
اور آپؑ کے جدامجد علی ابن ابی طالب علیہ السلام میرے نزدیک دنیا کے بدترین انسان
آپ خدا کی مخلوق میں سے محبوب ترین انسان ہیں"۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ اُن کے دولت کدہ پر گیا
تک اُن کا مہمان رہا اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کا سچا اور حقیقی محبّ بن گیا۔
(بحارالانوار، ج۴۳، ص۳۴۴)

ن کلام اور خوش گفتاری، انبیاء اور اولیاء کا شیوہ ہے۔ اور دینِ خدا کی تبلیغ اور
دا کی طرف دعوت دینے کا ایک اہم عامل ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دو انبیاء،
اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو اُنہیں تاکید کر دی کہ اُس کے ساتھ نرمی سے بات
سکتا ہے کہ وہ ہوش میں آ جائے اور خدا کی عبادت کرنے لگے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿43﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا
لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۔ (سورۂ طٰہٰ آیت ۴۳_۴۴)

"تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اُس سے نرمی کیساتھ گفتگو
کرو۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ذکرِ خدا کرنے لگے اور اُس سے ڈرے"۔

۵۔ بدزبانی کا علاج:

اس سلسلے میں چند نکات کو بیان کر دینا ضروری ہے:

1۔ انبیاء اور ائمہ علیہم السلام انسانی روح کے طبیب ہوتے ہیں۔ چونکہ اخلاقی رذائل اور بری صفات انسانی روح اور جان کے لئے مرض ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اُن کے فرامین کو گوشِ دل سے سنیں اور اپنے روحانی درد کا علاج کریں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام بدزبانی سے بچنے کیلئے تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایاك وما یستهجن من الکلام فانه یحبس علیك اللئام وینفر عنك الکرام . (میزان الحکمت، ج۸، ص۴۳۶)

''بدزبانی اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرو، کیونکہ بدزبانی کی وجہ سے پست اور ذلیل لوگ تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے اور شریف اور معزز لوگ تم سے دور بھاگیں گے''۔

یہ اُس امام کا کلام ہے جس نے کبھی بھی کوئی نازیبا بات منہ سے نہیں نکالی۔ اس فرمان پر اگر غور کیا جائے تو بدزبانی کا انجام انسان کے ذہن میں مجسم ہو کر آ جاتا ہے۔ یعنی اگر انسان بدزبان بن جائے اور زبان پر کنٹرول نہ کرے تو اُس کا یہی نتیجہ نکلے گا کہ اچھے اور صالح لوگوں کا رابطہ اُس سے منقطع ہو جائے گا اور لا اُبالی اور خدا سے بے خبر لوگوں کا اس سے تعلق استوار ہو جائے گا اور وہ اُس کے ساتھی بن جائیں گے اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ بدکار لوگوں کی ہم نشینی کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور انسان اس قسم کے لوگوں کی دوستی و ہم نشینی سے اُس وقت پشیمان ہوتا ہے جب ندامت کوئی

... ایسے لوگوں کے بارے میں خبردار کر رہا ہے جو برے لوگوں کے ساتھ ... تعلقات رکھتے ہیں اور اُن کی دوستی نے اُنہیں اس طرح تباہ و برباد کر دیا ہے ... اپنی تباہی و بربادی کا ماتم کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿27﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا. (سورۂ فرقان۔ آیت ۲۷۔۲۸)

''جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے پیغمبر کا راستہ اختیار کر لیا ہوتا، اے کاش! فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا''۔

لہٰذا اگر ہم اس قسم کے انجام سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ نازیبا اور ناروا الفاظ اور بدزبانی سے اپنے آپ کو بچائیں تاکہ اچھے لوگ ہمارے ساتھ دوستی کریں۔

قرآنِ مجید نیک اور شائستہ گفتگو کے بارے میں فرماتا ہے:

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ. (سورۂ فاطر۔ آیت ۱۰)

''پاک و پاکیزہ کلام ہی اُس کی طرف جاتا ہے''۔

بنا بریں اگر انسان نیک اور نرم کلام زبان پر جاری کرے تو خداوند عالم بھی ایسی ... کرتا ہے اور ناپسندیدہ اور بیہودہ باتوں کو خدا سننے کا روادار نہیں ہے۔ اور ایسی باتیں کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا، کتنی بری بات ہے کہ مومن ... زبان سے اللہ کہتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور قرآنِ پاک کی تلاوت کرتا ہے، اُسی زبان

سے فحش، رکیک، نازیبا اور ناروا الفاظ ادا کرے!!۔

3۔ سکوت اور خاموشی بھی زبان پر کنٹرول کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جہاں پر حق بات کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہوتا وہاں زبان کو بند رکھنا کس قدر اچھا لگتا ہے۔ کیونکہ زیادہ باتیں کرنا اور زبان کو بے لگام چھوڑ دینا ناشائستہ گفتگو کرنے کا سبب بن جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں ۔

ایاك و كثرة الكلام فانه یكثر الزلل ویورث الملل.

”زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ اس سے لغزش زیادہ ہوتی ہے اور سننے والے کے لئے نفرت کا موجب بن جاتی ہیں۔

(میزان الحکمت، ج۸، ص۴۳۹)

ایک اور موقع پر حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

الکلام کالدواء قلیله ینفع و کثیره قاتل .

”گفتگو دوا کی مانند ہے جس کا کم استعمال شفا بخش اور کثرت موت ہے“۔

(میزان الحکمت، ج۸، ص۴۴۴)

☆☆☆☆☆

ساتواں سبق

غیبت اور تہمت

غیبت اور تہمت

۱۔ غیبت اور تہمت کے معنی:

''غیبت'' اور ''تہمت'' گناہِ کبیرہ اور اخلاقی لحاظ سے بری عادتیں ہیں، مومن کو اِن کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔

''غیبت'' دوسروں کے بارے میں ایسی بات کرنا کہ اگر وہ سن لیں تو اُنہیں تکلیف پہنچے۔

''تہمت'' دوسروں کی طرف ایسے گناہ یا عیب کی نسبت دینا جو اُن میں نہ ہو۔

روایت میں ہے کہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی شخص سے پوچھا:

''جانتے ہو کہ ''غیبت'' کیا ہوتی ہے؟''۔

اُس نے جواب دیا:۔

''خدا اور اُس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں''۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

ذکرك اخاك بما يكره .

''تم اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرو جو اُسے پسند نہ ہو''

اُس نے پوچھا:

''جو بات میرے مومن بھائی میں پائی جاتی ہے۔ اگر میں اُس کا ذکر کروں تو کیا وہ بھی آپؐ کی نظر میں غیبت ہے؟''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

وان كان فيه ما تقول فقد اغتبته وان لم يكن فيه فقد بهته . (جامع السعادات، ج ۲، ص ۳۰۳۔ چاپ بیروت)

''جو اُس میں ہے اُس کا ذکر غیبت ہے اور جو اُس میں نہیں ہے اُسے بیان کرنا تہمت ہے''۔

۲۔ قرآن اور حدیث میں غیبت کی مذمت:

قرآنِ مجید نے غیبت کی سخت مذمت کی ہے اور اُسے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ اور اس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ .

''تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کریں۔ آیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، اِس سے تو تم نفرت کرتے ہو''۔ (سورۂ حجرات۔ آیت ۱۲)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ:

الغيبة اسرع فى دين الرجل المسلم من الآكلة فى جوفه. (اُصول کافی، ج۲، ص۵۹)

''مسلمان کے دین (کی تباہی) کے لئے غیبت، اُس کے باطن میں پیدا ہونے والی بیماری سے زیادہ مہلک ہوتی ہے''۔

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا تعود نفسك الغيبة فان معتادها عظيم الجرم.

''خود کو غیبت کا عادی نہ بناؤ، کیونکہ غیبت کے عادی شخص کے لئے بہت بڑی سزا ہے''۔ (شرح غرر الحکم، ج۶، ص۲۹۳)

خداوند متعال کی عبادت و اطاعت جہاں بذات خود اچھی اور نیک چیز ہے اور اپنے دامن میں آخرت کا ثواب بھی لئے ہوئے ہے، وہاں دوسرے نیک کاموں کی انجام دہی کے لئے بھی راہ ہموار کرتی ہے، اور اس کے برعکس گناہ اور معصیت خداوندی جہاں بذاتِ خود ایک جرم ہے اور اپنے ساتھ آخرت کا عذاب بھی رکھتی ہے، وہاں بہت سے دوسرے نیک کاموں کی تباہی کا موجب بھی بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

الغيبة تاكل الحسنات كما تاكل النار الحطب.

''غیبت گناہوں کو ایسے ہی کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو''۔

(مصباح الشریعت، ص۳۷۶)

۳ ...ن کی غیبت سے بچنا چاہیے:

...ین کے درمیان برادری کا رشتہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ایک مومن اپنے ... ف جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچائے بلکہ دوسرے لوگوں کی دست ... ئی اُس کا دفاع کرے، اور اپنے دینی بھائی کی حمایت کرے۔

اس بنا پر کسی مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کی عزت و ... پامالی کو دیکھتا رہے، اگر کوئی ناسمجھ انسان اُس کی غیبت کے لئے زبان کھولے تو ... سے باز رکھنا چاہیے۔

...ضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''آگاہ رہو کہ جو شخص کسی محفل میں اپنے مومن بھائی کی غیبت سنے، اُسے چاہیے کہ وہ اس پر احسان کرتے ہوئے غیبت کرنے والے کو اُس کام سے روکے، تو اس طرح کرنے سے خداوند عالم اُس کی پانچ ہزار برائیاں دونوں جہانوں میں دور کرے گا اور اگر قدرت رکھنے کے باوجود ایسا نہ کرے تو غیبت کرنے والے گناہوں میں سے ستر گناہ اور سزا اس کے حصے میں آتے ہیں''۔ (وسائل الشیعہ، ج۸، ص۶)

۴۔ غیبت کے آلات (غیبت کا سرچشمہ):

...رف زبان کی نوک ہی غیبت نہیں کرتی کہ جس سے سننے والے کو روحانی دکھ ہوتا ... قسم کا اشارہ، کنایہ، سر، ہاتھ اور پاؤں کی حرکتیں بھی غیبت میں شمار ہوتی ہیں جن ... کی غیبت کا ارادہ کیا جائے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

''ایک دن ایک عورت ہمارے گھر آئی، جب وہ واپس جارہی تھی تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اس کا قد چھوٹا ہے''۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم نے اس کی غیبت کی ہے''۔(جامع السعادات۔ج۲ص۳۰۳)

۵۔غیبت کے اسباب:

غیبت ایک قسم کی روحانی بیماری ہے، جس میں غیبت کرنے والا مختلف اسباب عوامل کی وجہ سے مبتلا ہوجاتا ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں اُس کے دس عوامل ذکر فرمائے ہیں۔ملاحظہ ہوں:

واصل الغيبة متنوع بعشرة انواع، شفاء غيظ و مساعدة قوم و تهمة و تصديق بلاخبر كشفه وسوء ظن و حسد و سخرية وتعجب و تبرم وتزين. (مصباح الشریعت،ص۲۰۶)

غیبت کے سرزد ہونے کے دس اسباب ہیں:

1۔غصہ اور غیظ وغضب جو انسان کے اندر موجود ہوتا ہے۔وہ غیبت کے ذریعے اُسے ٹھنڈا کر کے خود کو تسکین پہنچاتا ہے۔

2۔غیبت کرنے والوں کے گروہ کے ساتھ تعاون اور ہمکاری کرتا ہے۔

3۔کسی کو متہم کرنے کے لئے غیبت کا سہارا لیتا ہے۔

[illegible]ی کی بات کی تحقیق اور چھان بین کئے بغیر تصدیق کرتا ہے،اُسے [illegible]ثابت کرنے کے لئے غیبت کرتا ہے۔

[illegible]دوسروں پر بدگمانی،اُسے غیبت پر اکساتی ہے۔

[illegible]حسد،اُسے غیبت پر بھڑکاتا ہے۔

[illegible]ی کا مذاق اُڑانے کے لئے اُس کی غیبت کرتا ہے۔

8۔اس کا تعجب کرنا بھی غیبت ہے۔

[illegible]ی سے تنگ دل ہوجاتا ہے تو اس کی غیبت کرتا ہے۔

10۔اپنی بات کو بنا سنوار کر پیش کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرتا ہے۔

۱۔ غیبت کا کفارہ:

چونکہ غیبت خدا کے حرام کردہ امور میں سے ایک ہے۔لہٰذا غیبت کرنا خدا کے [illegible] امر کا ارتکاب ہے اور پھر یہ حق اللہ غضب کرنے کے زمرے میں بھی آتی ہے،اور [illegible] انسان کی آبرو کو برباد کرتی ہے لہٰذا حق الناس پر تجاوز میں بھی شمار ہوتی ہے،اسی لئے [illegible] کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے تو وہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنے اس گناہ کی [illegible]مافی مانگے،تاکہ خداوند تعالیٰ اُس کے اس گناہ کو بخش دے اور اُس کی توبہ کو قبول کرے۔ [illegible] اُس انسان کے حق کا تدارک کرے جس کی اُس نے غیبت کی ہے،اگر وہ زندہ ہے اور اُس تک رسائی ممکن ہے اگر اُس کے رنجیدہ خاطر یا غصے ہونے کا موجب نہیں بنتا تو اس [illegible]معافی مانگے اور ہر طریقے سے اُسے راضی کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ اس دنیا سے [illegible] ہو گیا ہے یا زندہ ہے لیکن اُس تک رسائی مشکل ہے تو خدا سے اُس کیلئے گناہوں کی

بخشش کی دعا کرے، اور اگر اُس تک رسائی ممکن ہے لیکن وہ غیبت سن کر ناراض یا رنجیدہ خاطر ہو جاتا ہے، یا فتنہ کھڑا ہونے کا باعث ہوتا ہے تو بھی اُس کے لئے استغفار اور گناہوں کی بخشش کی دعا کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا:

''غیبت کا کفارہ کیا ہے؟''

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تستغفر اللہ لمن اغتبتہٗ کلما ذکرتہٗ .

''یعنی جب بھی تم اُس شخص کو یاد کرو (جس کی غیبت کی ہے) تو اُس کے لئے خدا سے استغفار کرو''۔ (اصول کافی، ج۴، ص۶۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

فان اغتبت فبلغ المغتاب فاستحل منه وان لم تبلغه ولم تلحقه فاستغفر الله له .

''اگر تم نے کسی کی غیبت کی ہے اور وہ اُس کے کان تک بھی جا پہنچتی ہے تو تم اُس سے معافی مانگ کر بخشش طلب کرو، اور اگر اُس تک نہیں پہنچی تو اُس کے لئے خدا سے دعائے مغفرت کرو''۔

(مصباح الشریعت، ص۲۰۵)

۷۔ قرآن وحدیث میں تہمت کی مذمت:

جو برائیاں ہم نے غیبت کے لئے ذکر کیں ہیں وہ سب تہمت کے زمرے میں

علاوہ ازیں تہمت لگانے والا یہ جانتا ہے کہ جو متہم کی طرف نسبت دے رہا ہے وہ حقیقت کے خلاف ہے۔

قرآن مجید نے تہمت کو ''اثم مبین'' (کھلا گناہ) کے نام سے یاد کیا ہے، اور تہمت لگانے والا اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے وہ ناجائز اور گناہ

والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا

''اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو اُن کے ناکردہ گناہوں کی وجہ سے تکالیف پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلم کھلا گناہ کے متحمل ہوتے ہیں''۔ (سورۂ احزاب۔ آیت ۵۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تہمت کو دین وایمان کے تباہ کرنے والے مادّہ کا نام دیا ہے، فرماتے ہیں:

اذا اتهم المؤمن اخاهٗ انماث الایمان من قلبه کما ینماث الملح فی الماء .

''جب مومن اپنے کسی بھائی پر تہمت لگاتا ہے تو اُس کے دل سے ایمان یوں نیست و نابود ہو جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔ (اُصول کافی، ج۴، ص۶۶)

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من بھت مومنا او مومنة او قال فیه مالیس فیه اقامه

اللّٰہ یوم القیٰمته علی تَلِّ مِن نّارٍ حتّٰی یخرج مما قال فیه .

''جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر تہمت لگاتا ہے یا اُس کے بارے میں کوئی ایسی بات کرتا ہے جو اُس میں نہیں ہے تو خداوند عالم اُسے بروزِ قیامت، آگ کے ایک ٹیلے پر اُس وقت تک کھڑا رکھے گا جب تک وہ اِس سے عہدہ برآ نہیں ہو جائے گا (اپنی باتوں کا ثبوت پیش نہیں کرے گا) اور یہ بات واضح ہے کہ وہ اس کا ثبوت تو نہیں پیش کر سکے گا، لہٰذا عذاب میں ہمیشہ رہے گا''۔

(بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۹۴)

دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں اِن دونوں گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

آٹھواں اور نواں سبق

اخوت اور اتحاد

اخوت اور اتحاد

ا۔ مقدمہ:

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے فوراً بعد اور حکوم
اسلامی کی تشکیل کے آغاز ہی میں خداوند عالم نے مومنین کو آپس میں بھائی کے نام
فرمایا۔ ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ .

''یقیناً تمام مومنین آپس میں بھائی ہیں، لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادیا کرو''۔ (سورۂ حجرات۔ آیت ۱۰)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسی آیت کی بنیاد پر اپنے صحابہٴ کرام کے درم
اخوت و بھائی چارگی قائم کی اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا۔

(سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۵

بھائی چارے کی یہ رسم محض لفظی کاروائی نہیں تھی بلکہ اُس کے عملی انجام کو پیش
رکھا گیا تھا۔ اس طرح کے رشتے سے مومنین کا ایک دوسرے پر حق پیدا ہوگیا، وہ مشکل
میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے تھے، کسی مومن کی غیر حاضری کی صورت میں اُس کا م
بھائی اُس کے گھریلو امور اور مال کی نگہداشت کرتا تھا، اُس قسم کا رشتہ دنیا میں کسی اور
میں نہیں ملتا اور یہ خصوصیت صرف اور صرف اسلام کو ہی حاصل ہے۔

اسی طرح مسلمانانِ عالم خدائی محبت کے رشتے کے تحت ایک دوسرے
منسلک ہیں اور اُن کے دل ایک دوسرے سے اس طرح نزدیک ہیں، گویا سب کا دل
ہی ہے اور صرف خدا ہی کی خوشنودگی کے لئے دھڑکتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ یا جدائی ایک بے معنی سی بات ہے۔ ایک دوسرے
ی اور غمی میں مومنین برابر کے شریک ہیں۔ بقولِ شاعر ؎

منان بی حدولی ایمان یکی — جسمشان معدود ولیکن جان یکی
ان حیوانی ندارد اتحاد — تومجواین اتحاد از روح باد
ان گرگان و سگان ازهم جداست — متحد جانهای شیران خدا ست

''مومنین تو حد و حساب سے باہر ہیں لیکن اُن سب کا ایمان ایک ہے، اُن کے جسم
یان جان ایک ہے، جانوروں کی جانوں میں اتحاد نہیں ہوتا، تمہیں یہ اتحاد ہوا کی روح
لاش نہیں کرنا چاہیے، بھیڑیوں اور کتوں کی جانیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں، اللہ
وں کی جانیں متحد اور ایک ہیں''۔

۲۔ اخوت، ایک خدائی نعمت:

دلوں کا ایک دوسرے سے جوڑ، دائمی اور اٹوٹ ہے، خدا کی یہ عظیم نعمت، اخوت
ای کے پرتو میں حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ
ہ اس نعمت کو ہمیشہ یاد رکھیں، اُس کی قدر جانیں اور اُس کا شکر بجالائیں، ارشاد فرماتا ہے:

وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا.

''خدا کی نعمت کو یاد کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی ہے، کیونکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پس خدا نے تمہارے دلوں کو اُلفت کے رشتے میں منسلک کر دیا اور اُس کی نعمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے''۔ (سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۳)

مومن کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ خدا کی بے انتہا نعمتوں کا شکر ادا کرے اور ہر

ایک نعمت کا شکر ایک مخصوص شکر ہوتا ہے، اخوت اور بھائی چارے کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اسلا
کے اس حیات پرور حکم کے تحت اسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور اپنے دینی بھائیوں کے حقوق
کا احترام کیا جائے، اِن حقوق میں سے چند کی طرف ہم ذیل میں اشارہ کرتے ہیں۔

۳۔ دینی بھائیوں کے حقوق:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مومن کے حق کی ادائیگی کو ایک بہت بڑی عباد
سے تعبیر فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

ما عبد الله بشيءٍ افضل من اداء حق المومن .

''مومن کے حق کی ادائیگی سے افضل خدا کی کوئی اور عبادت نہیں ہے''۔ (اُصول کافی مترجم، ج ۳، ص ۲۴۷)

مومن کے سات حق

ایک اور روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے مومن کے سا
حق بتلائے گئے ہیں:

1......... جو کچھ تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، اپنے مومن بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسن
کرو، اور جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے اُس کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

2......... جو بات اُس کی ناراضگی کا سبب ہے، اُس سے پرہیز کرو اور اُس کی خوشنود
حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اُس کی باتوں پر عمل کرو۔

3......... اپنی جان، مال، ہاتھ، پاؤں اور زبان کے ساتھ اُس کی مدد کرو۔

4......... اُس کی آنکھ کی مانند بنو اور اُس کی راہنمائی کرو۔

5......... ایسا نہ ہو کہ تم تو سیر و سیراب رہو اور وہ بھوکا اور پیاسا رہ جائے، تم کپڑے پہنوا

...ے مومن بھائی کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہے تو کسی کو اُسکے پاس
...ے دھوئے، اُسکے لئے کھانا تیار کرے اور اُسکی زندگی کو سنوارے۔
...م کا اعتبار کرو، اُس کی دعوت کو قبول کرو، اُس کی بیماری میں عیادت کرو،
...ے میں شرکت کرو، اگر اُسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اُس کے اظہار سے
...ا کرو، اگر تم نے ایسا کر دیا تو یقین کرو کہ تم نے اپنی دوستی کو مضبوط اور محکم

(اُصول کافی (اردو) ج ۳، ص ۲۴۶)

...ومن کے حقوق میں مندرجہ ذیل امور کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے:

۱ ...ت اور خیر خواہی:

...رت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

...ب للمومن على المومن ان يناصحهٗ .

...من پر واجب ہے کہ وہ دوسرے مومن کے لئے خیر خواہ ہو''۔

(اُصول کافی (اردو) ج ۳، ص ۲۹۶)

...بانی اور احترام:

...رت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ:

...في أمتي عبد الطف اخاه في الله بشيء من لطف اخدمه
الله من خدام الجنة .

''میری اُمت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو خدا کی رضا کی خاطر اپنے

بھائی پر مہربانی کرے مگر یہ کہ خداوند عالم بہشت کے خدمت گاروں میں سے کچھ خدمت گار اُس کے لئے بھیج دیتا ہے"۔

(اُصول کافی (اردو) ج ۳، ص ۲۹۴)

3۔ حاجت براری:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ:

خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ: "میرے بندوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو "حسنہ" یعنی نیکی کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتے ہیں، اور میں اُنہیں بہشت کا حاکم بناؤں گا"۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: "خداوندا! وہ "حسنہ" یعنی نیکی کیا ہے؟"

خداوند تعالیٰ نے فرمایا: "کسی مومن کا اپنے مومن بھائی کے لئے اُس کی حاجت براری کے لئے چل پڑنا خواہ وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو"۔

(اُصول کافی (اردو) ج ۳، ص ۲۸۱)

4۔ خوش کرنا:

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان احب الاعمال الی اللہ عزّوجل ادخال السرور علی المومنین۔ (اُصول کافی (اردو) ج ۳، ص ۲۸۱)

"یقیناً خدا کے نزدیک بہترین عمل، مومنین کو مسرور کرنا ہے"۔

۴۔ بہترین بھائی:

ہم یہاں امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں ایک بہترین بھائی کی چند صفات کو بیان کر رہے ہیں:

1۔ خیر اخوانك من دلك علی هدیً واكسبك تقیً وصدك عن اتباع هویً۔

"تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو تمہیں ہدایت اور راہِ راست کی راہنمائی کرے، تمہاری پرہیز گاری میں اضافہ کرے اور تمہیں خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے باز رکھے"۔ (شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۸)

2۔ خیر اخوانك من دعاك الی صدق المقال بصدق مقاله وندبك الی افضل الاعمال بحسن اعماله۔

"تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو اپنی سچی باتوں کے ذریعے تمہیں سچ بولنے کی دعوت دے، اور اپنے اچھے کردار کے ذریعے تمہیں نیک کاموں کی طرف پکارے"۔ (شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۹)

3۔ خیر الاخوان من كانت فی الله مودته۔

"بہترین بھائی (اور دوست) وہ ہے جس کی دوستی خدا کے لئے ہو"۔

(شرح غرر الحکم، ج ۷، ص ۹)

۵۔ اتحاد، ایک قرآنی حکم:

اتحاد و اتفاق میں برادری کا راز مضمر ہے، جب اسلامی معاشرے کے تمام افراد آپس میں برادری اور اخوت کا مظاہرہ کریں گے تو اُن کے درمیان بھی وسیع پیمانے پر اتحاد اور ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

عزت و وقار اور سربلندی اور سرفرازی کا جامہ ایسے معاشرے کے لئے زیبا ہے جس کے افراد کے دل اور افکار ایک ہوں، تفرقہ اور جدائی سے پرہیز کرتے ہوں، آپس میں مہربان ہوں اور سینوں سے کینوں اور کدورتوں کو اُکھاڑ پھینکا ہو۔

اتحاد اور اتفاق ایسی چیز ہے جس کے بارے میں قرآنِ مجید نے بڑی تاکید کی ہے۔ ارشاد ہے:

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا.

"سب (مل کر) خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ایک دوسرے سے جدائی اختیار نہ کرو"۔ (سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۳)

پھر فرماتا ہے:

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ. (سورۂ آلِ عمران۔ آیت ۱۰۵)

"تم (مسلمان) ہدایت کی روشن آیات اور نشانیوں کے آجانے کے بعد تفرقہ اور اختلاف کی راہوں کو اختیار نہ کرو"۔

۶۔ فرقہ بندی کے خطرات:

مسلمانوں کا ایک دوسرے کے خلاف فرقہ بندی اور باہمی اختلاف کے بہت سے نقصانات ہیں۔ جن میں سے چند یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ صراطِ مستقیم سے ہٹ جانا:

جب رشتۂ وحدت ٹوٹ جاتا ہے تو انسان کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جانے کے لئے شیطان کو آسانی ہو جاتی ہے، اور انسانی تخلیق کا جو اصل مقصد ہے یعنی خدا کی عبادت اور توحید کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا، اُس سے ہٹ کر وہ طاغوت کی اطاعت کرنے لگتا ہے۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید فرماتا ہے:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

تَتَّقُوْنَ (سورۂ انعام۔ آیت ۱۵۳)

"اور یہ میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اِس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی نہ کرو کہ تمہیں اُس کی راہ سے متفرق کر دیں گی، خداوند تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

۲۔ عظمت رخصت ہو جاتی ہے:

عظمت و اقتدار کا راز وحدت اور اتحاد میں مضمر ہے، جبکہ اس کے برعکس ضعف و [illegible] اختلاف و انتشار کا نتیجہ ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآنِ مجید مسلمانوں کو باہمی اختلاف سے باز رکھنے کے ساتھ اُس کے انجام سے بھی خبردار کر رہا ہے۔ ارشاد ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ. (سورۂ انفال۔ آیت ۴۶)

"خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس طرح تم سست ہو جاؤ گے، اور تمہاری عظمت کی روح تم سے دور ہو جائے گی"۔

۳۔ ذلت:

جو ملت، وحدت کی حامل ہوتی ہے وہ دوسری طاقتوں کی یلغار سے محفوظ رہتی ہے اور کسی کو اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اتحاد کا دامن چھوڑ دے تو معاشرے کی عزت و عظمت اور حشمت و شوکت خاک میں مل جاتی ہے اور وہ اغیار کی یلغار اور یورش کا تختۂ مشق بن جاتی ہے، تاریخ ہمارے اس دعوے کی گواہ ہے اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں اس چیز کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"اب ذرا اسمٰعیلؑ کی اولاد، اسحاقؑ کے فرزندوں اور یعقوبؑ کے بیٹوں کے حالات

سے عبرت و نصیحت حاصل کرو، (اقوام و ملل کے) حالات کس قدر ملتے جلتے اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں، اُن کے منتشر اور پراگندہ ہو جانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، اُن میں غور کرو، کہ جب کسریٰ (شاہان عجم) اور قیصر (سلاطین روم) اُن پر حکمران تھے۔ وہ اُنہیں اطراف عالم کے سبزہ زاروں، عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خار دار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گذر گاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف دھکیل دیتے تھے اور آخر اُنہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اُونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑ دیتے تھے، اُن کے گھر بار دنیا سے بڑھ کر خستہ و خراب اور اُن کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے۔ نہ اُن کی کوئی آواز تھی جس کے پر و بال کا سہارا لیں۔ نہ انس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسہ کریں، اُن کے حالات پراگندہ، ہاتھ الگ الگ تھے، کثرت و جمعیت بٹی ہوئی تھی، جانگداز، مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے، اور وہ یوں کہ لڑکیاں زندہ در گور تھیں (گھر گھر) مورتی کی پوجا ہوتی تھی۔ رشتے ناتے توڑے جا چکے تھے۔ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی"۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۲ خطبہ قاصعہ)

بقول مولانا روم:

گفت پیغمبرؐ کہ اندر شاق عرش — منشی نور این چنین بنوشتہ نقش

ذلت اولاد آدم بی خلاف — ز اختلاف است اختلاف است اختلاف

حضرت پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عرش کے ستون پر نور کے کاتب نے یہ لکھ دیا ہے کہ بنی آدم کی ذلت کے اس راز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، اور وہ اختلاف، اختلاف اور صرف اختلاف ہے۔

• تفرقہ پردازی، مفسدین کا شیوہ:

...ملک اور اتحاد کی دولت سے مالا مال معاشرے کو منتشر اور پراگندہ کرنا ایسے ... عناصر کا شیوہ ہے جس کے دل و دماغ میں عالمی سطح پر لوٹ مار کرنے کا سودہ ... اقوامِ عالم کو اپنا محکوم بنانے کی فکر میں ہے، چونکہ کسی قوم پر فتح پانا اور اُسے ... مرحلے میں ممکن نہیں ہے، لہٰذا مرحلے وار اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے ... کے درمیان فرقہ واریت کا بیج بو دیتے ہیں، پھر آہستہ آہستہ اُن کے جان ... ڈالنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طرح اُن پر مسلط ہو جاتے ہیں، فرعون، ... کی روشن دلیل ہے جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآئَهُمْ وَ يَسْتَحْيٖ نِسَآئَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ.

"بے شک فرعون نے زمین میں بہت سر اُٹھایا تھا، اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہوں میں بانٹ دیا تھا، اُن میں سے ایک گروہ کو عاجز اور کمزور سمجھ لیا تھا اور اُن کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور اُن کی عورتوں کو (بیٹیوں کو) زندہ چھوڑ دیتا تھا، بے شک وہ بھی مفسدین میں سے تھا"۔ (سورۂ قصص۔ آیت ۴)

اس حقیقت کے پیش نظر، مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ بیداری اور ہوشیاری کا ... اور اپنی پاک ڈور تفرقہ پرداز اور مفسدوں کے ہاتھوں میں نہ دیں۔

۸۔ فرقہ بندی، خدا کا ایک عذاب ہے:

قرآنِ مجید ایسے لوگوں کو مختلف قسم کے عذابوں سے ڈراتا ہے، جو خدائی قوانین سے روگردانی کرتے ہیں، اِن مختلف عذابوں میں سے ایک ''فرقہ بندی'' ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ.

''اے رسولؐ! تم کہہ دو وہی (خدا) اس پر اچھی طرح قادر ہے کہ تم پر تمہارے سر کے اوپر سے عذاب نازل کرے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کردے، اور تم میں سے بعض کو بعض کے عذاب کا مزہ چکھا دے، ذرا دیکھو کہ ہم کس کس طرح اپنی آیات کو تبدیل کر کے بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھ جائیں''۔

(سورۂ انعام۔ آیت ۶۵)

جی ہاں! جس طرح ارضی اور سماوی مصیبتیں اور بلائیں گناہ گار قوموں کو نیست نابود کر دیتی ہیں، اسی طرح فرقہ بندی بھی معاشروں کی سرداری اور سعادت وخوش بختی کو تہس نہس کر دیتی ہے۔

ہمیں اُمید ہے کہ مسلمانانِ عالم باہمی اتحاد اور اتفاق کر کے ایک اُمت بن جائیں گے اور خداوند کریم ورحیم کے فضل وکرم سے اپنی عظمت رفتہ کو پالیں گے، مثل مشہور ہے:

آرے بہ اتفاق، جہاں می توان گرفت

''جی ہاں! اتفاق کی بدولت، کائنات کو مسخر کیا جاسکتا ہے''۔

دسواں اور گیارہواں سبق

والدین کے حقوق

والدین کے حقوق

ا۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک رکھنا واجب ہے:

جو حقوق انسان پر واجب ہیں اُن میں سے ایک والدین کے ساتھ نیک سلوک روا رکھنا بھی واجب ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں، اچھے ہوں یا برے، والدین کا احترام اور اُن کی شرعی ضروریات کا پورا کرنا اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ خدا نے قرآن میں چھ مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے حتیٰ کہ بعض مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، نمونہ کے طور پر قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

1۔ وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا.

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۳)

''اور تیرے پروردگار نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو''۔

پھر اُن کے ساتھ نیکی کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

2۔ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ.

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۳)

''اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہاری زندگی ہی میں بوڑھے ہو جائیں تو (ان کی خدمت گزاری سے تھک کر) اُنہیں اُف تک نہ کہو''۔

• وَلَا تَنْهَرْهُمَا (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۳)

''اور انہیں نہ جھڑکو (اور نہ ستاؤ)''

• وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. (سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۳)

''اور ان سے نرمی اور مہربانی کی باتیں کرو''۔

• وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ.

''اور ان کے سامنے خاکساری سے شانے جھکائے رکھو''۔

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۴)

• وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا.

''اور اُن کے حق میں دعا کرو اور کہو بار الہا ان دونوں پر رحم فرما، جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی ہے''۔

(سورۂ بنی اسرائیل۔ آیت ۲۴)

اب جب کہ ہم والدین کے ساتھ نیک سلوک کی اہمیت سے واقف ہو چکے ہیں تو ضروری ہوتا ہے کہ خدا کی ان دو نعمتوں کو اچھی طرح پہچانیں تا کہ ہم اُن کی بہتر خدمت اسی طرح کمر بستہ ہو کر صحیح معنوں میں اپنے فریضے کو ادا کرسکیں، اس بارے میں امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

''تمہاری ماں کا تم پر یہ حق ہے کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس نے تمہیں ایسی

جگہ رکھا اور تمہیں اپنے ساتھ اُٹھائے پھرتی رہی جہاں پر کوئی دوسرا کسی کو نہیں اُٹھاتا۔ اُس نے تمہیں اپنے دل کے میوے سے ایسی چیز کھلائی ہے جو کوئی کسی کو نہیں کھلاتا۔ اُس نے اپنے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، حتیٰ کہ اپنے بدن کی جلد اور تمام اعضا کے ساتھ بڑی خوشی اور خندہ پیشانی کے ساتھ تمہاری نگہداشت کی، اور اپنے حمل کے دوران تمام ناخوشگوار باتوں، دردوغم، رنج والم اور سختیوں کو برداشت کیا، یہاں تک کہ قدرتِ خدا نے تجھے اُس سے جدا کر کے دنیا میں بھیج دیا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے باپ کا تم پر یہ حق ہے کہ وہ تمہاری اصل اور جڑ ہے، اور تم اُس کی شاخ ہو۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تم بھی نہ ہوتے، تم اپنے اندر جو نعمتیں دیکھ رہے ہو وہ سب اُس کے وجود کی برکت سے ہیں۔ لہٰذا خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے باپ کا شکریہ بھی ادا کرو اور اُس کی عزت و تکریم بھی کرو"۔

(تحف العقول، ص ۱۸۹، رسالۃ الحقوق، امام سجادؑ)

اس جملے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے والدین کی اہمیت اور اُن کی ق[illegible] و قیمت کو بیان فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی ہمیں اُن کی قدردانی اور اُن کا شکریہ ادا کرنے کا[illegible] دیا ہے۔

علاوہ ازیں ہمیں باور کرایا ہے کہ اگر ہم اپنی ساری زندگی اُن کی خدمت کر[illegible] رہیں پھر بھی ہم اُن کی خدمات کے ہزارویں حصے کا بدلہ بھی نہیں چکا سکتے۔

۲۔ معصومینؑ کے کلام کی روشنی میں حقوقِ والدین:

ہم ایک بار پھر معصومین علیہم السلام کے ارشادات کو پیش کرتے ہیں تا کہ اس اہم فری[illegible]

[illegible] اریا ہیں:

[illegible] مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے نصیحت [illegible] نے فرمایا:

[illegible] فاطعهما وبرّهما حيين كانا او ميتين.

[illegible] والدین کی اطاعت کرو اور اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو [illegible] وں یا مر چکے ہوں"۔

(اُصول کافی، ج ۲، ص ۱۲۶، مطبوعہ اسلامیہ غیر مترجم)

[illegible] بن حازم کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں [illegible] ایا: "کس عمل کی زیادہ قدر و قیمت ہے؟"

[illegible] نے فرمایا:

[illegible] لوقتها وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَ الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ.

"اول وقت میں نماز کی ادائیگی، والدین کے ساتھ نیکی اور راہِ خدا [illegible] جہاد کی"۔ (الغیاء۔ ص ۱۲۷)

ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے وطن، [illegible] اور والدین سے جدا ہو کر، آپؐ کی خدمت میں مسلمان ہونے کی غرض سے حاضر ہوا [illegible] وقت میں رختِ سفر باندھ رہا تھا میرے والدین میری جدائی کے صدمے [illegible] تھے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم واپس چلے جاؤ، پہلے ماں باپ کو راضی کرو پھر ہمارے پاس آؤ"۔

یہ سن کر اُس نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ (مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۶۲۷

4۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

رضی الرب فی رضی الوالدین وسخط الرب فی سخط الوالدین.

''رب کی رضا، والدین کی رضا مندی میں ہے اور خالق کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے''۔ (مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۶۲۷)

5۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنے ایک شہید دوست کے انجام کا سوال کیا تو خدا نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے۔

اُنہوں نے عرض کیا کہ کیا تو نے شہدا سے بہشت کا وعدہ نہیں فرمایا؟

ندا آئی: ''کیوں نہیں! لیکن وہ اپنے والدین کو ہمیشہ ستایا کرتا تھا، اور میں والدین کی نافرمانی سے کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتا''۔

(مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۲۳۰)

6۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان العبد لیکون بارًا لوالدیه فی حیاتهما ثم یموتان فلا یقضی عنهما الدین ولا یستغفر لهما فیکتبهُ الله عاقًا .

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بندہ، اپنے والدین کی زندگی میں اُن کے ساتھ نیکی کرتا ہے، لیکن جب وہ مرجاتے ہیں تو وہ نہ اُن کے قرضے ادا کرتا ہے اور نہ ہی خدا سے اُن کے گناہوں کی بخشش طلب

...ہے، تو ایسی صورت میں خدا اُسے والدین کا نافرمان لکھ دیتا

(اصول کافی، ج ۲، ص ۲۳۰)

او...س قرنیؓ کا سبق آموز کردار:

...ت اویس قرنیؓ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سچے عاشق اور حقیقی پیروکار ...ساربانی تھا، اور اس سے وہ اپنا اور اپنی والدہ کا خرچ چلاتے تھے، وہ اپنے ...ے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب نہیں ہو پائے تھے۔

ای... دن اُنہوں نے اپنی والدہ سے حضورؐ کی زیارت کی اجازت مانگی، تا کہ مدینہ ...ت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کرسکیں۔ لیکن وہ اس شرط پر اجازت ...ئیں کہ مدینہ میں آدھے دن سے زیادہ نہیں ٹھہریں گے۔

...ت اویس قرنیؓ نے مدینے کا سفر اختیار کیا اور بڑے شوق اور بے پناہ ...ے ساتھ سفر طے کر کے حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ دولت پر حاضری دی۔ اُن کا دل ...ے دیدار کے لئے تڑپ رہا تھا اور اشکِ شوق آنکھوں سے رواں تھے، لیکن اُنہیں ...ر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مدینہ میں تشریف فرما نہیں ہیں، اور کہیں سفر پر گئے ہیں، ...ے گئے ہوئے وعدے کے پیشِ نظر صرف آدھے دن تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ...لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لائے، لہٰذا وہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ...ماصل کئے بغیر مدینہ سے واپس چلے گئے۔

...ب حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے اور اپنے گھر پہنچے تو آپؐ کو ...ے آنے کی خبر دی گئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اویس قرنیؓ ہمارے گھر میں نور

چھوڑ گئے ہیں"۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یفوح روائح الجنة من قبل القرن واشو قاه الیك یا اویس القرنی

(منتہی الآمال۔ج ۱ ص ۲۳۹)

"نسیم بہشت قرن کی طرف سے آرہی ہے، اے اویس قرنی! ہم تمہاری ملاقات کے کس قدر خواہشمند ہیں"۔

۴۔ باپ کا احترام، امامِ زمانہؑ کا فرمان:

سید محمود موسوی نجفی المعروف سید محمود ہندی کا شمار اپنے زمانے کے زاہد لوگ[illegible] میں ہوتا تھا، اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرمِ مقدس میں نماز پڑھایا کرتے [illegible] اُنہوں نے ایک عالم کی زبانی بیان کیا ہے کہ اُن کا ایک دوست تھا جو حمام میں کام کیا [illegible] تھا، اُس نے ذکر کیا ہے کہ میرے والد نہایت ہی بوڑھے ہوچکے تھے، میں اُن کا بہت احترام کیا کرتا تھا اور اُن کا ہر کام پورا کیا کرتا تھا۔ سوائے بدھ کی رات کے، کیونکہ اُس ر[illegible] میں امامِ زمانہ (عجل اللہ فرجہ الشریف) کے شوقِ زیارت کے پیشِ نظر مسجد سہلہ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ جب چالیس بدھ کی راتیں مکمل ہوگئیں اور آخری رات کو میں [illegible] آرزوئیں لے کر گیا تھا کہ یقیناً آنجنابؑ کی زیارت ہوگی، اور جب میں واپس پلٹ رہا [illegible] راستے میں ایک شخص نورانی صورت کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار تھے، جب میرے نزد[illegible] پہنچے تو میرے نام سے مجھے پکارا اور تین مرتبہ کہا: "تم اپنے والد کا خاص خیال رکھا کر[illegible] اُس کا احترام کیا کرو!" یہ کہا اور میری نگاہوں سے غائب ہوگئے۔ میں نے لمحہ بھر سوچا [illegible]

[illegible] تھے؟ پھر فوراً ہی خیال آیا کہ یہ تو وہی عظیم الشان شخصیت ہیں، جن کے شوقِ [illegible] میں چالیس بدھ کی راتیں مسجد سہلہ جا چکا ہوں۔

میں نے آنجناب علیہ السلام کی سفارش کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور والد کی خدمت [illegible] ہوگیا جیسے کوئی نوکر ہوتا ہے۔ (منتہی الآمال، ج ۳، ص ۳۲۴)

۵۔ والدین کے لئے اولاد کا فریضہ:

ہم یہاں والدین کے لئے اولاد کے شرعی فریضے کی طرف اشارہ کریں گے، بہتر [illegible] اولاد اپنے والدین کی ضروریات کو پورا کرے، زندگی کی مشکلات میں اُن کا ہاتھ [illegible] انہیں کوئی چیز دینا چاہے تو اُن کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ نہ لے جائے، اُن [illegible] چلتے، بیٹھتے وقت اُن کا سہارا نہ لے۔

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ اپنے [illegible] ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا، امام نے اُس کی اِس گستاخی کی وجہ سے مرتے دم تک [illegible] بات نہیں کی۔ (اُصول کافی، ج ۲، ص ۲۶۱)

اولاد کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ تند مزاجی اور درشت لہجے کے ساتھ والدین [illegible] ساتھ بات کرے یا اُن کے سامنے تیوری چڑھا کر آئے کہ اس طرح سے وہ آزردہ [illegible] ہو جائیں، اونچی آواز میں اُن سے بات نہ کریں، اُن سے ناراضگی کا اظہار یا اُن [illegible] کام کا اعتراض نہ کرے، کھانا کھانے میں اُن سے پہل نہ کرے، کھانا کھا لینے کے [illegible] خود ہی دسترخوان کو اکٹھا کرے، اُنہیں اُن کے نام سے نہ پکارے بلکہ بڑے ادب اور احترام کے ساتھ آواز دے، تعظیم اور ادب کے ساتھ اُن سے گفتگو کرے، اُن کے [illegible] میں دعائے خیر کرے۔ اُن کی زحمتوں اور تکلیفوں کا شکریہ ادا کرے اور قدر کرے،

اور کہے:

''بارِالٰہا! میں اُنہیں جزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا، تو خود ہی اُن پر رحمت نازل فرما''۔

۶۔ والدین کو مرنے کے بعد یاد رکھنا چاہیے:

والدین کی موت کے ساتھ اولاد کا فریضہ ختم نہیں ہوتا ہے۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوجاتے ہیں، عالم برزخ میں رہتے ہیں اور اولاد کی نیکی اُن کو مل جاتی ہے۔ لہٰذا اولاد کا فرض ہے کہ والدین کے جو فرائض اُن سے چھوٹ گئے ہیں وہ اُنہیں ادا کرے، اُن کے قرض چکائے تاکہ اُنہیں مشکلات سے چھٹکارا ملے، اس بارے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

''مرنے کے بعد اُن کے لئے نماز پڑھے، اُن کے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگے، اُن کے کئے ہوئے وعدے پورا کرے، اُن کے دوستوں کا احترام کرے اور اُن کے رشتہ داروں سے میل ملاقات رکھے''۔ (مستدرک الوسائل، ج۲، ص۸۶)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے:

سيد الابرار يوم القيمة رجل بر والديه بعد موتهما .

(بحار الانوار، ج۷۱، ص۷۶)

''بروزِ قیامت نیک لوگوں کا سردار وہ شخص ہوگا جو والدین کے مرنے کے بعد بھی اُن کے ساتھ نیکی کرتا ہے''۔

• والدین سے نیک سلوک کرنے کا انجام:

...یہاں اس خدا پسندانہ فعل کے کچھ فوائد قلم بند کر رہے ہیں:

۱ ...ت میں پیغمبروں کے ساتھ ہم نشینی حاصل ہوگی:

...ضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ اُنہیں بہشت میں اُن ...ن کا تعارف کرایا جائے، خداوند عالم نے اُنہیں ایک قصاب کا پتہ بتایا، حضرت ...اُس جوان کی دکان پر پہنچ گئے اور غروبِ آفتاب کے وقت اُس کے ہمراہ اُس کے ... اُس نے کھانا تیار کیا پھر چھت سے لٹکی ہوئی ٹوکری کو نیچے اُتارا، اُس میں ایک ...ی بڈھی فرتوت عورت بیٹھی ہوئی تھی، اُس نے اُسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا او... ...نایا سنوارا، پھر دسترخوان بچھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف ...

...حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے بڑھیا کے بارے میں سوال کیا تو اُس نے ... بڑھیا میری والدہ ہے اور چونکہ میری مالی حالت کمزور ہے لہٰذا اُس کے لئے کوئی ...یا نہیں رکھ سکتا اور خود ہی اُس کی خدمت پر کمربستہ رہتا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ...ے پوچھا کہ اس بڑھیا نے تم سے کیا باتیں کیں؟ اُس نے کہا کہ میں جب بھی اُسے ...انا کھلاتا اور اُسے سنوارتا ہوں تو وہ مجھے یہی دعا دیتی ہے کہ ''خدا تمہاری مغفرت کرے ...یامت کے دن تمہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم نشین بنائے''۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تمہیں خوشخبری ہو کہ اُس کی دعا تمہارے ...ے میں قبول ہوچکی ہے اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تم بہشت میں میرے ہم نشین ...''۔ (پند تاریخ، ج۱، ص۷۰)

2۔ عمر میں اضافے کا موجب ہے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

البر و صدقة السر ینفیان الفقر ویزیدان فی العمر و یدفعان عن سبعین میتته سوء ۔

"نیکی کرنا (جن میں سے والدین کے ساتھ نیکی بھی شامل ہے) اور چھپا کر صدقہ دینا فقر و فاقہ کو دور کر دیتے ہیں اور ستر قسم کی بری موت سے بچاتے ہیں، اور اُس کے برعکس والدین کے ساتھ بدسلوکی عمر کو کم کر دیتی ہے"۔ (بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۱)

3۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی رضا کا سبب ہے:

ایک دن رسولِ خداؐ کی رضاعی (دودھ شریک) بہن اُن کے پاس آئیں تو حضو[ر] نے اُن کے لئے اپنی عبا بچھا دی اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ اُن سے ملاقات کی۔ اتفا[ق] سے اُسی دن آپؐ کا رضاعی بھائی بھی آ گیا لیکن حضورؐ نے بہن کی مانند اُس سے سلوک نہیں کیا، کسی نے آپؐ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"چونکہ یہ لڑکی اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت محبت کرتی ہے"۔

(اُصول کافی، ج ۲، ص ۱۲۹)

عماد بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ "میرا بیٹا اسماعیل مجھ سے بہت محبت کرتا ہے"۔ تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا:

"میں اُسے پہلے بھی دوست رکھتا تھا، اب میری اُس سے محبت اور بڑھ گئی ہے"۔

(اُصول کافی، ج ۲، ص ۱۲۹)

... ثواب ملتا ہے:

... فرماتے ہیں:

... والدین کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہے تو ... ایک مقبول حج کا ثواب ملتا ہے"۔

... فرمایا:

"... والدین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے"۔

(بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۰)

... کی سختی آسان ہوگی:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"... اس بات کو پسند کرتا ہے کہ خداوند عالم اس پر موت کی سختی آسان ... چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرے"۔

(بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۱)

... اپنی اولاد کی نیکی کا سبب ہے:

... مثل مشہور ہے کہ "جیسی کرنی، ویسی بھرنی" اور یہ ضرب المثل ہماری اس گفتگو پر ... صادق آتی ہے، اولاد زیادہ تر اپنے والدین سے سیکھتی ہے، اگر وہ اپنے والدین کو اُن ... ماں باپ کے ساتھ محبت اور اچھا سلوک کرتے دیکھتی ہے، تو وہ خود بھی اپنے والدین ... اچھا سلوک کرتی ہے، اور اگر اُنہیں برا سلوک کرتے دیکھتی ہے تو وہ بھی اُن سے برا ... کرتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بروا آبائکم یبرکم ابناؤکم ۔

"تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی"۔ (بحارالانوار، ج ۱۷، ص ۶۵)

۸۔ خدا کا حکم مانیں یا والدین کی خواہش کی تکمیل کریں:

باوجودیکہ خداوند عالم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے اور اُن کی رضا مندی حاصل کرنے کی بڑی تاکید کی ہے، لیکن یہ بات بھی ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسلام کا یہ حکم اس حد تک قابل عمل ہے جب تک والدین کی خواہشات خدا کے حکم سے متضاد نہ ہوں، لیکن جس موقع پر اُن کی خواہشات اسلام کے واجب احکام سے متصادم ہوتی نظر آئیں تو پھر اسلام کے حکم کو فوقیت حاصل ہوگی۔ قرآنِ مجید اس بارے میں یوں ہماری رہنمائی کرتا ہے:

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۔

"اور اگر وہ دونوں اس بات کی کوشش کریں کہ تم جس کے بارے میں علم نہیں رکھتے اُسے میرا شریک قرار دو تو اُن کی بات نہ مانو، اور دنیا میں اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو"۔

(سورۂ لقمان۔ آیت ۱۵)

حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق .

"خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی"۔

(بحارالانوار، ج ۱۷، ص ۸۵)

☆☆☆☆☆

بارہواں سبق

تواضع یا انکساری

تواضع یا انکساری

۱۔ مقدمہ:

تواضع اور فروتنی کے معنی ہیں ''خود کو دوسروں سے چھوٹا ظاہر کرنا''، ''کسرِ نفسی'' اور ''عاجزی''۔ تواضع یا انکساری، انسانی روح کے صحیح سالم ہونے کی ایک علامت ہے۔ انسان، دوسروں سے خواہ کتنا ہی بہتر اور برتر ہو، لیکن پروردگار عالم کی عظمت کا ادراک اُسے اِس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ خدا کے حضور سر جھکا دے اور بندگانِ خدا کے سامنے انکساری کا اظہار کرے۔

۲۔ تواضع کے بارے میں روایات:

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

ان من التواضع ان يجلس الرجل دون شرفه .

''تواضع میں سے یہ بات ہے کہ انسان ایسی جگہ پر بیٹھے جو اس کے مقام و منزلت سے کم ہو''۔ (اُصول کافی، ج ۳، ص ۱۸۷، ترجمہ مصطفوی)

آپؑ ہی کا ارشاد ہے کہ:

من التواضع ان ترضى بالمجلس دون المجلس وان تسلم على من تلقى وان تترك المرآء وان كنت محقًا وان لا تحب ان تحمد على التقوىٰ .

''تواضع ہی میں سے یہ بھی ہے کہ تم ایسی جگہ پر بیٹھنے پر راضی ہو جاؤ جو تمہاری شان سے کم ہے، جس سے ملو اُس پر سلام کرو، خواہ تم حق پر ہی ہو پھر بھی کج بحثی اور لڑائی جھگڑے کو ترک کرو اور اس بات کو پسند نہ کرو کہ تمہارے تقویٰ کی تعریف کی جائے''۔

(اُصول کافی، ج ۳، ص ۱۸۶)

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

عليك بالتواضع فانه من اعظم العبادة .

''تم پر تواضع کرنا واجب ہے، کیونکہ فروتنی بہت بڑی عبادت ہے''۔

(بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۱۱۹)

ایک دن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

''میں تمہارے اندر عبادت کی شیرینی کیوں نہیں دیکھ رہا ہوں؟''

اُنہوں نے عرض کیا: ''حضورؐ! عبادت کی شیرینی کیا ہوتی ہے؟''

فرمایا: ''تواضع''۔ (جامع السعادات، ج ۱، ص ۳۵۵)

۳۔ تواضع کے آثار:

بہت سے اچھے اور نیک کام ایسے ہیں جن کے اُخروی اور بہشت کے علاوہ دنیاوی برکتیں اور دوسرے فوائد بھی ہیں جیسا کہ کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو اخروی عذاب اور سزا کے علاوہ اس دنیا میں بھی جو مصیبت اور تباہی کا موجب ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام دعائے کمیل کے اوائل میں اُنہی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

اللهم اغفرلی الذنوب التی تغیر النعم .

"خداوندا! میرے وہ گناہ معاف کردے جو تیری نعمتوں کو اُلٹ پلٹ کردیتے ہیں"۔

اب ہم تواضع جیسی محبوب صفت کے کچھ فوائد اور آثار کو بیان کرتے ہیں، اِس اُمید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تواضع کرنے والوں میں قرار دے۔

1۔ تواضع، انسان کی سربلندی کا سبب ہے۔

چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان التواضع لایزید العبد الا رفعة فتواضعوا رحمکم الله . (وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۲۱۵)

"تواضع انسان کی سربلندی کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتی، لہٰذا تم تواضع کیا کرو، خدا تم پر رحمت نازل کرے"۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

در کوے عشق شوکت شاہی نمی خرند
اقرار بندگی کن و اظہار چاکری

"عشق کے کوچہ و بازار میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کا کوئی خریدار نہیں ہے، لہٰذا (اگر عشق کا سودا کرنا ہے تو) بندگی، غلامی اور نوکری چاکری کا اقرار و اظہار کرنا پڑے گا"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے کہ:

ان فی السمآء ملکین موکلین بالعناد فمن تواضع الله رفعاه ومن تکبر وضعاه .

"آسمان میں خدا کی طرف سے بندوں پر دو فرشتے مقرر ہیں، اگر کوئی شخص خدا کے لئے تواضع اور انکساری کرتا ہے، تو وہ اُسے بلند کردیتے ہیں اور اگر کوئی شخص تکبر کرتا ہے تو وہ اُسے پست کردیتے ہیں"۔

(وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۲۱۵)

2۔ تواضع ترقی کا زینہ ہے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

التواضع سلم الشرف .

"تواضع اور فروتنی عزت و شرف کی سیڑھی ہے"۔

(شرح غرر الحکم، ج۱، ص۲۶۳)

3۔ تواضع دوسرے کاموں کے منظّم ہونے کا سبب ہے۔

حضرت امیرؑ ہی کا ارشاد ہے:

بخفض الجناح تنتظم الامور .

''تواضع کے سبب بہت سے اُمور منظّم ہوجاتے ہیں''۔

(شرح غرر الحکم، ج ۳، ص ۲۲۹)

4۔ تواضع دلوں میں محبت پیدا کرتی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ثمرة التواضع المحبة .

''تواضع کا پھل محبت ہے''۔

۴۔ تواضع کن لوگوں کے سامنے کرنی چاہیے:

اسلامی نقطۂ نظر سے، تواضع صرف دینی بزرگوں، علمی شخصیتوں اور خدا کی ذات پر ایمان رکھنے والے افراد ہی کے لئے ہونی چاہیے، لیکن ذلیل لوگوں، مستکبروں یا دولتمند کے سامنے اُن کی قدرت، طاقت اور مال و دولت کی وجہ سے تواضع بہت ہی مذموم فعل ہے، اگر خدا کی خوشنودی اور رضا کے حصول سے ہٹ کر کسی اور مقصد کے لئے تواضع کی جائے گی تو وہ ''ذلت'' میں بدل جائے گی اور انسان کی حقارت اور اُس کی انسانی عظمت کی پستی کا موجب بن جائے گی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

من اتی غنیا فتواضع له لغنائه ذهب ثلثا دینه .

''جو کسی مالدار شخص کے پاس جا کر اُس کی دولت کی وجہ سے اُس کے سامنے تواضع کرتا ہے، اُس کا دوتہائی دین ختم ہوجاتا ہے''۔

۵۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع:

خداوند عالم کے برگزیدہ لوگوں میں سے رسولِ خدا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات و شخصیت اعلیٰ درجہ کی حامل تھی، اُس کے باوجود آپؐ کے اندر اعلیٰ درجے کی فروتنی اور انکساری پائی جاتی تھی۔

آپؐ تواضع کی بنا پر اپنی بھیڑ بکریوں کو خود ہی دانہ پانی دیتے تھے، اپنے مقدس ہاتھوں سے اُن کا دودھ دوہتے تھے، اپنے پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتوں کو خود ہی ٹانکے لگاتے تھے، اپنے نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، چکّی پیسنے میں اپنے خدمتگاروں کا ہاتھ بٹاتے تھے، بازار سے سودا سلف خرید کر اپنے گھر خود لے جاتے تھے، ہر امیر غریب اور چھوٹے بڑے شخص سے مصافحہ کرتے تھے، سلام کرنے میں پہل کرتے تھے اور تمام مومنین کی دعوت کو قبول فرماتے تھے۔ (بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۲۰۸)

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سبق:

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: ''تم سے میری ایک درخواست ہے''۔ اُنہوں نے عرض کیا: ''اے روحِ خدا! حکم فرمائیں، ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں''۔ فرمایا: ''آج میں چاہتا ہوں کہ تمہارے پاؤں دھلاؤں''۔

یہ کہا اور اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُن کے پاؤں دھلا دیئے۔ اُنہوں نے عرض

کیا: ''اے روحِ خدا! یہ کام تو ہمارے کرنے کا ہے، آپ نے ایسا کیوں کیا؟''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''لوگوں کی خدمت کرنے میں عالم اس بات کا زیادہ حقدار ہوتا ہے، میں نے اس طرح سے تواضع کر کے تمہیں سبق دیا ہے کہ میرے بعد تم لوگوں کے درمیان تواضع سے کام لو''۔

پھر فرمایا:

''تواضع ہی کی وجہ سے حکمت اور دانائی کی عمارت استوار ہوتی ہے نہ کہ تکبر کی وجہ سے، زراعت ہموار زمینوں میں نشو ونما پاتی ہے نہ کہ پہاڑوں پر''۔

(اُصول کافی، ج ۱، ص ۴۵، ترجمہ مصطفوی)

۷۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی انکساری:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میرے والد (امام زین العابدین علیہ السلام) ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرتے تھے جو اُنہیں نہیں پہچانتے تھے، اور قافلہ والوں سے یہ عہد لیتے تھے کہ ''میں تمہاری ضروریات کو پورا کروں گا''۔

ایک سفر کے دوران آپؑ مسافروں کی خدمت میں سرگرمِ عمل تھے کہ ایک شخص نے آپؑ کو پہچان لیا اور قافلہ والوں سے کہا: ''تمہیں معلوم نہیں یہ کون ہیں؟ یہ تو علی ابن الحسین علیہ السلام (امام زین العابدین علیہ السلام) ہیں''۔

یہ سن کر سب لوگ آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور آپؑ کے ہاتھ پاؤں کو بوسے دینے لگے، اور عرض کرنے لگے: ''فرزندِ رسولؐ! آیا آپؑ چاہتے ہیں کہ ہم جہنم میں چلے جائیں؟ اگر ہم آپؑ کی شان میں گستاخی کرتے تو بدبخت ہو جاتے، آخر آپؑ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟''

امام نے جواب دیا: ''ایک مرتبہ میں نے واقف کار لوگوں کے ساتھ سفر کیا، اُنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کی وجہ سے میرا بے حد احترام کیا، مجھے اس بات کا خوف تھا کہ تم لوگ بھی میرے ساتھ وہی سلوک کرو گے، اسی لئے میں نے ایک اجنبی کی صورت میں تمہارے ساتھ سفر کو اختیار کیا''۔ (سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۳۸۲)

۸۔ تواضع اپنانے سے متعلق چند نکات:

1۔ ہم سلام کرنے میں دوسروں سے پہل کریں اور کسی سے سلام کی اُمید نہ رکھیں۔

2۔ مجلس میں جہاں جگہ خالی ہو وہیں بیٹھ جائیں۔

3۔ دوسرے لوگوں پر حکم نہ چلائیں یا اُنہیں کسی کام کا حکم نہ دیں۔

4۔ اپنے ذاتی کاموں کو خود انجام دیں۔

5۔ اپنے ماتحت لوگوں کو اپنا معاون سمجھیں۔

6۔ بحث ومباحثہ اور لڑائی جھگڑے سے دور رہیں۔

7۔ خدا ہی کے لئے کام کریں اور لوگوں سے داد وتحسین وصول کرنے کی اُمید نہ رکھیں۔

8۔ خود کو قیمتی اور فاخرہ لباس پہننے کا پسند نہ بنائیں۔

9۔ سفر کے دوران اپنے ہم سفر لوگوں کی خدمت کریں۔

10۔ حق اور حق کے قانون کی اطاعت کریں۔

11۔ بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں اور اُس سے سبق حاصل کریں۔

☆☆☆☆☆

﴿ختم شد﴾